عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۸ | ۸ تا ۱۴؍رجب ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲؍مارچ ۲۰۱۹ء | شمارہ: ۱۱

پیغامِ مدارس مہم

اغراض ومقاصد

برصغیر پاک وھند میں عیسائی مشنری اور علمائے اہلِ اسلام

بازیچہ اطفال ہے دنیا مرے آگے

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں دعا مانگنا

س:...... جو لوگ عربی نہیں جانتے وہ مسنون عربی دعاؤں کو کیسے پڑھیں؟ کیا وہ اپنی زبان میں دعا کر سکتے ہیں؟

ج:...... عربی میں ہی دعا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ عربی کے علاوہ کسی بھی زبان میں دعا کر سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر زبان کو جانتے ہیں لیکن عربی زبان کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب زبان بھی عربی ہے۔ اس لئے عربی میں دعا کرنا افضل اور قبولیت کے زیادہ لائق ہے، خاص طور پر دعا کے وہ مسنون الفاظ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے منقول ہیں، ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنا افضل ہے، لہٰذا عربی میں منقول ماثورہ دعاؤں کو یاد کرنا چاہئے۔

جانداروں کے مجسمے یا تصویر والے کھلونے خریدنا و بیچنا

س:...... بازار میں کھلونے ہوتے ہیں جو کہ مختلف جانوروں کی شکل کے ہوتے ہیں مثلاً ریچھ، شیر، گھوڑا، گائے، بکری وغیرہ۔ کیا ایسے کھلونے خریدنا، بیچنا درست ہے؟ اور ایسے کھلونے یا مجسمے گھر میں موجود ہوں تو وہاں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

ج:...... جانوروں کی شکل پر بنائے گئے کھلونے یا ایسے مجسمے خریدنا اور بیچنا شرعاً درست نہیں ہے، اور ایسے کھلونوں کے سامنے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ نماز ایسی جگہ پڑھیں جہاں کسی جاندار کی تصویر نہ ہو۔

نماز جمعہ کے بعد کتنی سنتیں پڑھیں؟

س:...... جمعہ کے فرضوں کے بعد کتنی سنتیں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب کوئی جمعہ کے فرض پڑھ چکے تو اس کے بعد چار رکعت سنت پڑھے۔“ (مسلم شریف) حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی طریقہ ہے کہ جمعہ کے فرضوں سے پہلے چار سنت اور فرضوں کے بعد بھی چار سنت پڑھیں جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کے بعد چھ سنت ہیں؟ تو صحیح طریقہ کیا ہے؟ چار سنت پڑھیں یا چھ؟

ج:...... نماز جمعہ سے قبل چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور جمعہ کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چار اور حضرات صاحبین (امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ) کے نزدیک چھ رکعات سنت مؤکدہ ہیں، اور یہ بات بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہے اور فتویٰ بھی اسی قول پر ہے کہ جمعہ کے بعد چھ رکعات سنت پڑھی جائیں۔

”فثبت بما ذکرنا ان التطوع الذی لا ینبغی ترکہ بعد الجمعۃ ست.... الخ۔“

(شرح معانی الآثار ص:۱۶۶، ج:۱)

رضاعی بیٹے کے ساتھ حج

س:...... ایک خاتون کی عمر ۵۵ سال سے زیادہ ہے اور اس کا ایک رضاعی بیٹا ہے۔ کیا وہ خاتون کا محرم ہے اور یہ عورت اس کے ساتھ حج پر جا سکتی ہے؟

ج:...... رضاعی بیٹا تو محرم ہے۔ اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو یہ عورت اس کے ساتھ حج پر جا سکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

مجلس

جلد:۳۸ ۱۴تا۲۸؍رجب المرجب۱۴۴۰ھ مطابق ۱۶تا۲۲؍مارچ ۲۰۱۹ء شمارہ:۱۱

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری،صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی،مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

بانیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش

محمد ارشد خرم،محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

جناب عبدالرؤف روفیؒ مانسہرہ کا وصال	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
برصغیر پاک وہند میں عیسائی مشنری اور علماء اہل اسلام	۷	حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ
پیغام مدارس مہم.....اغراض ومقاصد	۱۱	مولانا محمد حنیف جالندھری
بازیچۂ اطفال ہے دنیا میرے آگے	۱۳	الحاج عتیق انور
ریاست مدینہ کیا ہے؟ (۲)	۱۵	مولانا محمد جہان یعقوب
طویل بیماری میں علاج کی شرعی حیثیت (۲)	۱۸	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
تھالی کا بینگن (۸)	۲۳	الحاج اشتیاق احمد مرحوم
مولانا سید افسر علی شاہ کی رحلت	۲۵	اعجاز احمد
مولانا شجاع آبادی کے تبلیغی پروگرام	۲۷	ادارہ

زرتعاون

امریکا،کینیڈا،آسٹریلیا:۱۰۰ڈالر یورپ،افریقہ:۸۰ڈالر،سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات،بھارت،مشرق وسطیٰ،ایشیائی ممالک:۷۰ڈالر
فی شمارہ ۱۵روپے، ششماہی:۳۵۰روپے، سالانہ:۷۰۰روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر:جامع مسجد باب الرحمت(ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی،فون:۳۲۷۸۰۳۳۷،فیکس:۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر:حضوری باغ روڈ،ملتان
فون:۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر:عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع:القادر پرنٹنگ پریس طابع:سید شاہد حسین مقام اشاعت:جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

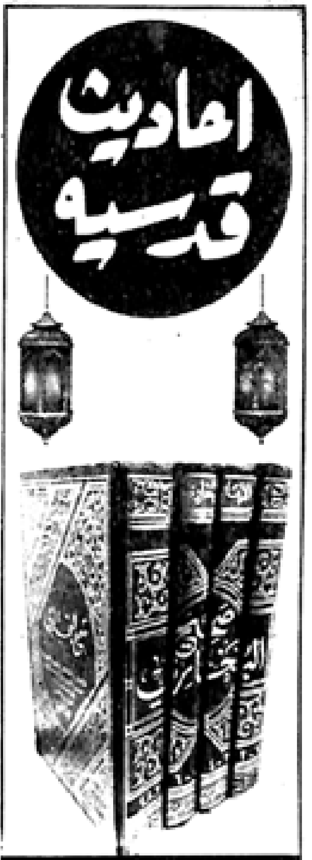

سحبان الہند حضرت
مولانا احمد سعید دہلوی

قیامت

حدیث قدسی ۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود کا ایک عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے محمد (ﷺ)! اللہ تعالیٰ قیامت میں آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھے گا اور زمینوں کو ایک انگلی پر، اور پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر اور پانی کے نیچے کی مٹی کو ایک انگلی پر اور تمام مخلوق کو ایک انگلی پر، پھر انگلیوں کو ہلائے گا، پھر کہے گا کہ: میں بادشاہ ہوں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم کے اس کہنے پر تعجب سے ہنس پڑے، یہ ہنسنا اس عالم کے قول کی تصدیق کے لئے تھا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔'' (الزمر:۶۷) یعنی مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر جیسی پہچانی چاہئے تھی، نہیں پہچانی اور تمام زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے، وہ اس چیز سے بہت پاک اور بلند ہے، جس کو اس کے ساتھ شریک کرتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ عالم کو جس طرح پھیلایا ہے، اسی طرح اس کو سمیٹ لیں گے۔ جو کچھ قرآن کریم میں کہا گیا تھا، اسی کے موافق اس یہود عالم نے بھی کہا تو آپ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ یہ ممکن ہے کہ قرآن کریم میں ہاتھ اور مٹھی جس کو کہا گیا تورات میں اس کو انگلیوں سے تعبیر کیا گیا ہو۔

حدیث قدسی ۴: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں حضرت آدم کو خطاب کرکے فرمائے گا: اے آدم! حضرت آدم عرض کریں گے: ارشاد! میں حاضر ہوں اور امر بجالانے کو مستعد ہوں، ہر قسم کی بھلائی تیرے ہی قبضہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دوزخ کے لشکر کو چھانٹ لے۔ حضرت آدم عرض کریں گے: دوزخ کے لشکر یعنی دوزخ میں جانے والوں کی کیا مقدار ہے؟ ارشاد ہوگا: ہر ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے، اس حکم کا اعلان ہوتے ہی مارے خوف کے بچے بڈھے ہوجائیں گے اور حاملہ عورت اپنے حمل کو گرادے گی اور تو دیکھے گا کہ وہ نشہ سے بے ہوش ہیں، حالانکہ وہ کسی نشیلی چیز سے بے ہوش نہ ہوں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ ہم میں سے کونسا ایک ہوگا؟ آپ نے فرمایا: خوشخبری حاصل کرو، بیشک تم میں سے ایک ہوگا اور یاجوج وماجوج میں ہزاروں ہوں گے۔

حضرت مولانا مفتی
محمد نعیم دامت برکاتهم

نماز جنازہ

س:......نماز جنازہ کسے کہتے ہیں؟

ج:......انسان کے مرنے کے بعد اس کی لاش کو سامنے رکھ کر اس پر (نماز کے نام سے) امام کی اقتداء میں باجماعت ادا کی جانے والی دعا کو نماز جنازہ کرتے ہیں۔

س:......نماز جنازہ کے متعلق شریعت کی کیا تعلیم ہے؟

ج:...... نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، اگر چند لوگ پڑھ لیں، چاہے پڑھنے والی ایک عورت ہی کیوں نہ ہو تو سب سے معاف ہو جائے گی، اگر کوئی بھی نہ پڑھے تو سب گناہگار ہوں گے، اگر بالفرض کسی کو بغیر جنازہ پڑھائے دفنا دیا گیا تو تین دن کے اندر اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

حکم: نماز جنازہ کا منکر دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔

س:......نماز جنازہ میں کتنے فرائض ہیں؟

ج:......نماز جنازہ میں مندرجہ ذیل دو چیزیں فرض ہیں:

۱:.... چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا، (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت، (۲) ثنا کے بعد، (۳) درود شریف کے بعد (۴) دعا کے بعد۔

۲:.... قیام یعنی کھڑے ہوکر نماز جنازہ پڑھنا، جس طرح فرض اور واجب نمازوں میں قیام فرض ہے اور بغیر کسی شرعی عذر کے ان کا بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں، اسی طرح اس نماز میں بھی قیام فرض ہے اور بغیر کسی شرعی عذر کے بیٹھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

س:......نماز جنازہ میں سنتیں کون کون سی ہیں؟

ج:......نماز جنازہ میں تین چیزیں سنت مؤکدہ ہیں:

۱:... پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنا۔ ۲:... دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا۔

۳:... تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرنا۔

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

جناب عبدالرؤف روفی رحمۃ اللہ علیہ مانسہرہ کا وصال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ:

تحفظ ختم نبوت کے ممتاز رہنما جناب عبدالرؤف روفی مانسہرہ میں مؤرخہ ۲۶؍جنوری ۲۰۱۹ء کو ہفتہ کے روز وصال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مانسہرہ میں دارالعلوم دیوبند کے فاضل، بزرگ عالم دین، جناب مولانا محمد یوسف مدظلہ کے ہاں ۱۵؍اپریل ۱۹۶۵ء کو جناب عبدالرؤف صاحب پیدا ہوئے۔ شعور سنبھالنے کے ساتھ گھر پر اور مسجد میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ ہائی اسکول سے میٹرک اور ڈگری کالج سے بی۔اے کیا۔ تعلیم کے دوران آپ نے دکان پر بھی وقت دینا شروع کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد خالصتاً کاروبار کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کے والد حضرت مولانا محمد یوسف مدظلہ کا گھرانہ پیر طریقت حضرت مولانا محمد عبداللہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے مشائخ خانقاہ سراجیہ کا میزبان گھرانہ ہے۔ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ یہاں پر ہفتوں ہفتوں قیام فرماتے۔ بعض رمضان المبارک بھی آپ نے یہاں گزارے ہیں۔ مخدوم المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے اپنی زندگی کے آخری مرحلہ تک مولانا محمد یوسف صاحب کے مہمان ہوتے رہے۔

مانسہرہ مرکزی جامع مسجد کے خطیب حضرت مولانا محمد عبداللہ خالد رحمۃ اللہ علیہ بھی خانقاہ سراجیہ میں زیر درس رہے۔ پھر خانقاہ شریف کے حضرات سے بیعت کا تعلق رہا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مجلس کے امیر بنتے ہی حضرت مولانا محمد عبداللہ خالد رحمۃ اللہ علیہ نے مانسہرہ میں باضابطہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کا آغاز کیا۔ آپ ہی مانسہرہ میں مجلس کے امیر تھے۔ آپ نے ۱۹۸۶ء میں اپنی جامع مسجد میں سہ روزہ ختم نبوت کورس رکھا۔ یک صد کے لگ بھگ شرکاء کی تعداد ہوگی۔ اس کورس میں جناب عبدالرؤف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرکت فرمائی۔

۱۹۸۸ء میں حضرت مولانا محمد عبداللہ خالد رحمۃ اللہ علیہ نے مانسہرہ میں ختم نبوت یوتھ فورس قائم کی تو جناب عبدالرؤف روفی رحمۃ اللہ علیہ کو یوتھ فورس کا مانسہرہ میں صدر بنایا۔ گویا عبدالرؤف صاحب رحمۃ اللہ علیہ مانسہرہ میں ختم نبوت یوتھ فورس کے بانی صدر تھے اور پھر زندگی کے آخری سانس تک آپ نے اس منصب کی عزت میں اضافہ کیا۔ آپ نے ۱۹۹۴ء میں ملتان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دارالمبلغین سے سالانہ ختم نبوت کورس کیا۔ عالمی مجلس کا ملتان میں سالانہ یہ کورس آخری کورس تھا۔ ۱۹۹۵ء سے یہ کورس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان سے جامعہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں منتقل کر دیا گیا۔ اس چناب نگر کے پہلے کورس میں بھی آپ نے شرکت فرمائی۔ گویا ملتان کے آخری اور چناب نگر کے پہلے کورس میں آپ نے شرکت کرکے آخر واوّل کا یہ اعزاز حاصل کیا۔

آپ نے جب مانسہرہ میں کام کا آغاز کیا تو قادیانیت کے دیرینہ اثرات تھے۔ آپ نے ان کو صاف کرنا شروع کیا۔ پھر وقت آیا کہ مانسہرہ شہر میں علی الاعلان کوئی آدمی اپنے آپ کو قادیانی کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ آپ نے اپنے کام کو ضلع بھر میں وسعت دی۔ ہفت وار ختم نبوت، ماہنامہ لولاک، لٹریچر، کتب، رسائل، ختم نبوت کانفرنسیں، انعام گھر، اسکولوں میں تحریری مقابلہ، تنظیم، ایسا مربوط اور مؤثر و مثبت انداز میں کام کو آگے بڑھایا کہ قادیانیت پورے ضلع میں منہ کیا چھپانے لگی گویا عنقا ہوگئی۔ آپ بہت ہی نظریاتی رہنما، معاملہ فہم، بہادر، گرم سرد چشیدہ، گفتگو کے دھنی تھے۔ آپ نے اخلاص و دیانت کے ساتھ کام کو بڑھایا تو قدرت کی رحمتوں کے چھاجوں کی طرح آپ کے کاموں پر رحمتوں کا مینہ برسا

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

ایسا وقت بھی آیا کہ آپ گویا مٹی کو ہاتھ لگاتے تھے تو قدرت سونا بنا دیتی تھی۔

ملتان کورس کر کے قادیانیوں سے گفتگو کا آغاز کیا۔ جس کے متعلق سنا کہ یہ قادیانی ہے، اس کا دروازہ جا کھٹکھٹاتے۔ دلائل سے گفتگو ہوئی تو چند قادیانی مسلمان ہوئے۔ ان کے گھروں سے قادیانیوں کی کتابیں لیں، پڑھیں، تیاری کی۔ حوالہ جات لگائے، خود قادیانی کتب سے پوائنٹ اکٹھے کئے۔ گفتگو ترتیب دی۔ اب قادیانیت کے تعاقب کے لئے ایک دردمند مناظر کا دل پہلو میں لئے قادیانیوں کو شکار کرنا شروع کیا۔ جو ایک دفعہ آیا، شکست مان کر قادیانیت کے فریب سے واقف ہو کر اٹھا۔ آپ جلدی سے جذبات میں نہ آتے۔ ہر معاملہ پر غور وفکر کرتے۔ معلومات اکٹھی کرتے، دوستوں سے مشورہ کرتے، پوری تیاری کے ساتھ کیس کو ہاتھ میں لیتے، پھر نتیجہ خیز بنا کر دم لیتے۔ ایسے قیمتی دوست جماعتوں کا سرمایہ ہوا کرتے ہیں۔ برادر عبدالرؤف ؒ تو مانسہرہ مجلس کا رأس المال تھے۔ ان کے بعد تو دوبارہ اس معیار کو برقرار رکھنے کے لئے ساتھیوں کو خاصی جانگسل محنت کرنی پڑے گی۔ مخالف ان کے نام سے خم کھاتا تھا۔ دوست آپ پر جان چھڑکتے تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے چنیوٹ سے سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں منتقل کی۔ ہمارے مخدوم مولانا محمد اکرم طوفانی اس کی سیکورٹی کے انچارج تھے۔ آگے چل کر برادر عبدالرؤف صاحب ان کے معاون بنے۔ قدرت کے اپنے کرم کے فیصلے ہوتے ہیں۔ طوفانی صاحب خود بوڑھے ہوئے تو ان کی جوانی کے کام کا پرتو اللہ رب العزت نے جناب عبدالرؤف ؒ کو ودیعت کر دیا۔ حضرت طوفانی صاحب کی سرپرستی وقیادت میں سیکورٹی کے فرائض جناب عبدالرؤف ؒ سرانجام دینے لگے۔ اپنی رفقاء کی ٹیم کے ساتھ کانفرنس کے آغاز سے قبل تشریف لاتے اور کانفرنس کے اختتام کے بعد واپس تشریف لے جاتے۔ کام نے وسعت اختیار کی تو اب اللہ رب العزت کا فضل ہے کہ استاذ الحدیث مولانا عزیز الرحمن رحیمی اور ان کے رفقاء سینکڑوں کی تعداد میں اس نظم کو سنبھالتے ہیں۔ لیکن تسبیح کے دانوں میں جو امام کو مقام حاصل ہوتا ہے بھائی عبدالرؤف کو یہی مقام آخر تک حاصل رہا۔ ملتان دفتر مرکزیہ، شاہی مسجد لاہور کی کانفرنسوں کی بھی سیکورٹی کی ڈیوٹی مانسہرہ کی جماعت ادا کرتی رہی، جس کے سربراہ آپ ہوتے تھے۔ بھائی عبدالرؤف صاحب کی دیگر خوبیوں کے علاوہ یہ خوبی بھی نمایاں تھی کہ ہر اہم معاملہ میں مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ سے فون پر ہدایات لیتے تھے۔ جو ملتان سے فرمایا گیا وہ مرحوم کے لئے حرز جان ہوتا۔ آپ معاملات کے اتنے اجلے تھے کہ مالی معاملات تمام تر اپنے نائب جناب محمد عابد صاحب کو سپرد کر رکھے تھے۔ ایک ایک پائی کا اتنا اجلا حساب اور پھر ہر ساتھی کے سامنے کہ گویا مثال قائم کر دی۔

آپ کو کچھ عرصہ سے معدہ کی تکلیف تھی۔ وفات کے دن درد ہوا۔ یہی خیال ہوا کہ معدہ کا درد ہے۔ ہسپتال لے گئے۔ ڈاکٹروں نے شدید ہارٹ اٹیک کا بتایا۔ ابتدائی طبی امداد کے بعد ایبٹ آباد کارڈیالوجی جانا تجویز ہوا۔ اسٹریچر وایمبولینس تیار ہوئی۔ ڈاکٹر کے روکنے کے باوجود اتنے حوصلہ مند کہ خود چل کر ایمبولینس میں جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ بڑی مشکل سے وہیل چیئر سے ایمبولینس تک لے جانے کے لئے آمادہ ہوئے۔ وہیل چیئر سے اٹھ کر اسٹریچر پر خود دراز ہوئے۔ سید بلال شاہ صاحب کو دیکھ کر فرمایا: ''وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔'' اس کے ساتھ ہی لمبا سانس لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ ڈاکٹروں کو دوڑ کر لایا گیا۔ ان کے آنے سے پہلے آپ راضیۃ مرضیۃ مالک ومولیٰ کے حضور پہنچ گئے تھے۔ اسی رات ۲۶؍جنوری ۲۰۱۹ء کی شام کو ہی پہلا جنازہ ۹ بجے آپ کے برادر حضرت مفتی مسعود الرحمن نے پڑھایا۔ دوسرا جنازہ ۱۰ بجے حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے پڑھایا۔ آپ کے صاحبزادگان، بھائی اور دوسرے بہت سارے ساتھی جو رہ گئے تھے وہ دوسرے جنازہ میں شامل ہو گئے۔ رات قریباً ۱۱ بجے تدفین کا عمل مکمل ہونے کے بعد حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے دعا کرائی۔ یوں اپنے ساتھی کو منوں مٹی کے نیچے رب کریم کی رحمت کے سپرد کر دیا گیا۔

فقیر راقم کی عبدالرؤف ؒ سے دلی دوستی تھی۔ عمر کے اعتبار سے خیال تھا کہ وہ اپنی ٹیم کے ساتھ فقیر کے جنازہ پر آئیں گے، لیکن وہی ہوتا ہے جو اللہ رب العزت کو منظور ہوتا ہے۔ ان کے جانے سے جماعتی اعتبار سے بہت ہی روشن روایات کا حامل ایک باب نکتہ اختتام کو پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی اولاد کی پردہ غیب سے کفالت فرمائیں۔

آمین. بحرمة النبی الکریم!

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد و آله و اصحابه اجمعین

برصغیر پاک وہند میں

عیسائی مشنری اور علمائے اہل اسلام

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ
مرسلہ: خالد محمود سابق یوئیل کندن

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''ازالۃ الاوہام'' کی جلد اول پر مولانا محمد اسماعیل عارفی صاحب نے ایک انتہائی علمی اور معلوماتی مقدمہ لکھا ہے، جس میں انہوں نے برصغیر پاک وہند میں عیسائی مشنریوں کی آمد، ان کی تحریری، تبلیغی اور سیاسی سرگرمیاں اور ان عیسائی مشنریوں کے مقابل علمائے اہل اسلام کی علمی جدوجہد اور ان کی لازوال قربانیوں کو ذکر کیا ہے، جو تاریخ کے ان مٹ نقوش کا لائق تحسین حصہ ہے۔ آئیں! میں اور آپ اس تاریخی حصہ کی ورق گردانی کرتے ہیں تاکہ ہمیں اپنے اکابرین کی دینِ اسلام کے لئے دی گئی قربانیوں کا احساس اور قدر رہے:

''ہندوستان کی اسلامی سلطنت میں مغلیہ دور کا آخری چراغ گل ہو رہا تھا، مرکزی حکومت کمزور ہو چکی تھی، مختلف علاقوں میں چھوٹی چھوٹی خود مختار حکومتیں بن گئی تھیں۔ اقتدار پر قبضہ پانے کے لئے آپس میں ایک دوسرے کے خلاف سازشیں رہتی تھیں۔ حکمرانوں کی نااہلی، عیاشی، ظلم وزیادتی حد سے گزر چکی تھی۔ دوسری طرف انگریز ہندوستان میں داخل ہو چکے تھے۔ یہ اکبر کا زمانہ تھا، اگرچہ شروع میں وہ تاجر اور سوداگر کی حیثیت سے آئے تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی ان کے تجارتی ادارے کا نام تھا، مگر حالات کا بنظر غائر جائزہ لے کر انہوں نے اپنے کاروباری مفادات کے لئے چھوٹی سی فوج تیار کر لی، گو پھر اسی مختصر لشکر نے میر جعفر کو خریدا اور سراج الدولہ کی چالیس ہزار نفوس پر مشتمل بہادر فوج انگریزوں کے مختصر گروہ کے سامنے ڈھیر ہو گئی، پھر انہوں نے میر صادق کو لالچ دیا اور میسور کے شیر ببر سلطان ٹیپو پر فتح پالی، پھر تو ایسٹ انڈیا کمپنی کا ایسا راج ہوا کہ حیدر آباد کے نواب ان کی مرضی کے بغیر حرکت نہ کر سکتے تھے اور لکھنؤ کے واجد علی شاہ کو ایک ہی حکم نامہ سے نظر بند کر دیا گیا۔ سیاسی اعتبار سے ہندوستان میں کوئی مضبوط فعال ریاستی اقتدار نہ تھا۔ بظاہر مغلیہ بادشاہان حکومت کر رہے تھے مگر حقیقت میں وہ اندر ہی اندر کھوکھلی ہوتی جا رہی تھی۔ مسلمانوں نے ہمت نہ ہاری اور انگریزوں کے خلاف مسلح جہاد کا عزم کیا مگر زمینی حقائق خلاف تھے، چنانچہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں وہ ناکام ہو کر رہ گئے۔

برطانوی استعمار کا ہدف:

ہندوستان پر غلبہ پالینے کے بعد استعمار کا سب سے بڑا مسئلہ اپنے اقتدار کو استحکام اور دوام بخشنا تھا۔ دانشورانِ یورپ اکٹھے ہوئے، بہت سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ اسپین کی تاریخ دہرائی جائے اور اندلس کا آزمودہ نسخہ برتا جائے۔ یہ مجرب نسخہ کیا ہے؟ اس کی تفصیل کے لئے ہمیں مزید کچھ پیچھے جانا پڑے گا۔

اندلس میں اسلامی حکومت کا عروج وزوال:

اسپین (Spain) جس کو ہسپانیہ یا اندلس کہتے ہیں۔ یورپ کے جنوب میں ایک جزیرہ نما ملک ہے۔ مسلمانوں سے پہلے یہاں ''گاتھ'' خاندان کی حکومت تھی، جس کا ایک فرد ''راڈرک'' حاکم تھا۔ ولید بن عبدالملک کے دور میں شمالی افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر نے اس ملک کا ارادہ کیا۔ مؤرخین نے اس حملہ کا پس منظر یہ بتایا ہے کہ اندلس کے شاہی خاندان میں رسم یہ تھی کہ وہ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو طلیطلا بادشاہ کی خدمت میں رہنے کے لئے بھیج دیتے تھے تاکہ یہاں وہ علم وادب حاصل کریں۔ اس رسم کے مطابق یولین نامی ایک شخص نے اپنی لڑکی بادشاہ وقت راڈرک کی خدمت میں ادب اور تربیت حاصل کرنے کے لئے بھیجی۔ یہ لڑکی نہایت خوبصورت تھی، راڈرک اس پر مفتون ہو گیا اور اسے اپنے تصرف میں لے آیا۔ لڑکی نے اصل صورت حال والد کو بتائی، وہ یہ معلوم کر کے سخت برہم ہوا اور اس نے موسیٰ بن نصیر کو اندلس پر حملہ کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے جو لشکر بھیجا تھا یولین اس کے لئے راہنما کا کام انجام دیتا تھا۔

لشکرِ اسلام کی کامیابی:

گورنر موسیٰ نے ۹۲ ہجری میں اپنے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد کی امارت میں سات ہزار مجاہدین اسلام کا لشکر روانہ کیا۔ پھر طارق کی درخواست پر مزید پانچ ہزار کی امداد بھیج دی۔ راڈرک سے اس کی اپنی قوم نالاں تھی، کسی نے اس کی دل سے مدد نہ کی۔ قصہ مختصر کہ بارہ ہزار نفوس پر مشتمل اس فوج نے پورے اسپین پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔ اسلامی اصولوں کے مطابق حکومت کی، لوگوں کو مذہبی آزادی دی، بنیادی حقوق کا تحفظ کیا، عدل وانصاف قائم کیا، اپنے فنِ زراعت سے اندلس کے شہروں کو گل و گلزار بنادیا، شہروں کے درمیان تجارتی تعلقات کو مربوط کیا۔ علم دوستی کے ثبوت پیش کرتے ہوئے مغربی مؤرخین کہتے ہیں کہ قرطبہ وغرناطہ کے کتب خانے علمی نوادرات سے بھرے ہوئے تھے۔

عروج کے بعد زوال:

مسلمانوں نے ۹۷ ہجری تک یہاں حکومت کی، پھر رفتہ رفتہ زوال وتنزل آتا گیا۔ یہاں یہ موقع نہیں کہ ہم اس انحطاط وزوال کے اسباب وعلل کا تفصیلی تجزیہ کریں تاہم حاصل یہی ہے کہ تقریباً وہی وجوہ وعوامل تھے جو ہندوستان کی مسلم حکومت کے خاتمہ کا سبب بنے۔ داخلی شکست و ریخت اور بیرونی حملوں سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ عیسائی بادشاہ فرڈیننڈ نے پورے اندلس پر قبضہ کرلیا۔

ابو عبداللہ والی اندلس نے کنجیاں حوالہ کرتے ہوئے کہا: ''یہ کنجیاں اسپین میں عربوں کے اقتدار کی آخری نشانی ہیں، آپ انہیں لے لیجئے، کیونکہ اللہ کی مشیت کے مطابق اب ہمارا ملک، مال ومتاع اور ہمارے جسم یہ سب آپ کی ملکیت ہوگئے ہیں، امید ہے کہ آپ نے جیسا وعدہ کیا ہے اُسی طرح آپ ان کے ساتھ رحم و کرم اور رأفت ونرمی کا معاملہ کریں گے۔''

فرڈیننڈ نے جواب دیا: ''کوئی شبہ نہیں کہ ہم نے جو وعدہ کیا ہے اس کے مطابق ہی معاملہ کریں گے۔''

اگرچہ وعدے ومعاہدے تو بہت حزم و احتیاط، قسم وقرار سے طے پائے تھے مگر ایک مفتوح ومغلوب قوم کو کیا حق ہے کہ وہ فاتح و غالب دشمن سے اپنے حق کی کوئی بات کرے؟ چنانچہ وہ تمام دستاویزی میثاق گلدستۂ طاق نسیان بن گئی۔

عیسائیت کے مظالم:

فرڈیننڈ نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ غرناطہ کی سب سے بڑی جامع مسجد کو گرجا میں تبدیل کردیا۔ حکومتی سطح پر بھرپور منظم کوشش کی گئی کہ مسلمان خود سے کسی طرح مرتد ہوجائیں اور عیسائیت اختیار کرلیں۔ ''محکمہ تفتیش مذہبی'' نے عربی زبان، اسلامی لباس تک ممنوع قرار دے دیئے، جو لوگ عیسائیت قبول نہ کرتے انہیں کہا جاتا کہ اندلس کی زمین خالی کردیں۔ چنانچہ دو سال کی مدت میں تقریباً پانچ لاکھ مسلمانوں نے اس ملک کو خیر باد کہا اور دنیا کے مختلف ملکوں میں کسمپرسی کے عالم میں پناہ لی اور آخری حکم جلاوطنی تک جن لوگوں نے اسپین چھوڑا ان کی تعداد تیس لاکھ تھی۔ عیسائیوں کی علم دوستی، روشن خیالی کا منظر دیکھنے میں آیا کہ علوم وفنون کے بے بہا خزانے باب الرملہ کے چوک میں لاکر ڈھیر کئے گئے اور ان کو آگ لگا کر راکھ کردیا گیا۔ صرف غرناطہ میں جو کتابیں جلاکر خاک کی گئیں ان کی تعداد اسی ہزار تھی۔ عیسائیت کی تبلیغ واشاعت بڑے پیمانے پر کی گئی، پادریوں اور مشنریوں کی جماعتیں سیلاب کی طرح اُمڈ آئیں، کوشش کامیاب ہوئی محنت ٹھکانے لگی اور پورے اسپین میں آج تک ڈھونڈنے سے بھی مسلمانوں کی کوئی قابلِ ذکر تعداد نہیں ملتی۔

''شامتِ اعمال ماصورت نادر گرفت''

برطانوی اقتدار کی حکمتِ عملی:

جب ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا زوال ہوا تو انگریزوں نے یہی طے کیا کہ جس طرح اندلس میں عیسائیت کی تبلیغ کرکے پورے ملک کو عیسائی بناکر حکومت کو مستحکم اور ناقابلِ تسخیر بنایا گیا، بالکل اسی نہج پر ہندوستان میں بھی کام کیا جائے۔ یہاں کے باشندوں کی اکثریت کو کسی طرح عیسائی بنایا جائے، کیونکہ جب حاکم ومحکوم دونوں کا مذہب ایک ہوجائے گا تو فطری طور پر رعایا حکومت کی وفادار اور اطاعت شعار ہوگی۔ پھر جس طرح اندلس میں مسلم حکومت کے خاتمہ کے بعد عیسائی حکومت کو استحکام حاصل ہوا اور آج تک کوئی خطرہ نہیں ہوا، کیونکہ وہاں کوئی غیر عیسائی ہے ہی نہیں، اس لئے اسی طرح ہندوستان پر بھی برطانوی سامراج کے اقتدار کا سورج کبھی غروب نہیں ہوگا۔

عیسائی پادریوں کی آمد:

چنانچہ اس حکومت و تدبیر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مسیحی مبلغین کی آمد آمد ہوئی اور عیسائی پادریوں کا ہندوستان پر طوفان مسلط ہوگیا، عیسائی مشنری برسات کے مینڈکوں کی

طرح ہر گلی کوچے میں نکل کھڑے ہوئے۔ انہیں توپ اور بندوق کی پشت پناہی حاصل تھی۔ حکومت وقت ان کی دل وجان سے مددگار تھی، وہ بے خوف و خطر کسی چوراہے پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو تثلیث کی تبلیغ کرتے، بپتسمہ لے کر گناہوں سے ابدی نجات پانے کا جھانسہ دیتے، اسلام کے احکام و فرائض کا حوالہ دے کر عیسائیت میں ہر چیز کے لئے اباحتِ کلی کی سہولت کا مژدہ سناتے۔ قرآن کریم اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح سے زبان طعن دراز کرتے، آپ اندازہ کریں کہ ایک قوم جو سیاسی و ریاستی اعتبار سے مغلوب ہو چکی ہو اس کے لئے فاتح قوم سے اپنے پیغمبر کے حق میں اس قسم کی زبان درازی کتنی دل آزاری کا سبب ہو گی؟ اردو کے مشہور شاعر مولانا حالیؒ اس صورت حال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہندوستان میں اسلام خطروں میں گھرا ہوا تھا، ایک طرف مشنری گھات میں لگے ہوئے تھے، اگرچہ قحط کے دوران میں ان کو دبلا پتلا شکار پیٹ بھر اوّل مل جاتا تھا، مگر وہ اس پر قانع نہ تھے اور ہمیشہ صید فربہ کی تلاش میں رہتے تھے، ہندوستان میں سب سے زیادہ دانت ان کا مسلمانوں پر تھا، اس لئے ان کے منادیوں میں، ان کے اخباروں اور ان کے رسائل میں، زیادہ تر بوچھاڑ اسلام پر ہوتی تھی، اسلام کی تعلیم کی طرح طرح سے بُرائیاں ظاہر کرتے تھے، بانی اسلام کے اخلاق وعادات پر انواع واقسام کی نکتہ چینیاں کرتے تھے، چنانچہ بہت سے مسلمان کچھ ناواقفیت اور بے علمی کے سبب اور اکثر افلاس کے سبب ان کے دام میں آگئے تھے۔“

اگرچہ برصغیر میں عیسائی مشنریوں کی آمد بہت پہلے سے یعنی اکبر کے دور ۱۵۵۶ء میں تھی بلکہ ۱۵۴۲ء میں رومن کیتھولک فرقہ میں سے پہلا مشنری فرانسس زیویئر (Francis Zavier) ہندوستان آیا اور بڑے زور وشور سے مسیحیت کا پرچار کیا۔ حالات کا نشیب وفراز چلتا رہا۔ اکبر اور اس کے ہم مزاج بادشاہوں کے زمانہ میں عیسائیت کو فروغ ملا، اورنگزیب اور اس کے ہم مزاج لوگوں کے دور میں کچھ رفتار سست رہی تاہم تحریک برابر جاری رہی۔ پھر انگریزی اقتدار کے آتے ہی یورپین مشنری بھی کثرت کے ساتھ آئے، جن کا شمار خاصا دشوار ہے، تاہم یہاں چند ایسے پادریوں کا تذکرہ مناسب ہے جنہوں نے یہاں کے قدیم مذاہب کا خوب مقابلہ کرنا چاہا اور وہ تاریخی حیثیت کے مالک ہوئے۔

عیسائیت کے بڑے مبلغین

ہنری مارٹن (۱۸۰۵ء):

مسیحی محاذ کا یہ سپاہی ۱۸۰۵ء میں انگلستان سے یہاں آیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے پلیٹ فارم سے اپنی سرگرمیاں شروع کیں۔ پہلی مرتبہ نئے عہد نامہ کا فارسی اور ہندی میں ترجمہ کیا۔ ایڈورڈ مور کے کہنے کے مطابق ۱۸۱۰ء تک کانپور میں رہا۔ یہاں ایک شخص نے جو پیشہ کے لحاظ سے جوہری تھا، بپتسمہ لیا، اس کا مسیحی نام ”عبدالمسیح“ رکھا گیا۔ پادری موصوف ہندوستان سے براستۂ ایران عراق چلے گئے۔ عربی زبان سیکھی اور نئے عہد نامہ کا ایک عربی ترجمہ کیا۔ ۳۲ برس کی عمر تھی کہ ۱۸۱۲ء میں اگلے جہاں روانہ ہو گئے۔

ولیم کیری ۱۸۱۳ء:

ولیم کیری پروٹسٹنٹ فرقہ کے پادری تھے۔ اس فرقہ کی ابتدا ۱۵۲۰ء میں ہوئی تھی، جب جرمنی میں ایک پادری مارٹن لوتھر نے پوپ کے احکام سے کھلم کھلا بغاوت کی اور عیسائیت کے بعض عقائد ومسائل کو ہدف تنقید بنایا۔ ولیم کیری پہلے پروٹسٹنٹ مشنری ہیں جو ۱۸۱۳ء میں انگلستان سے کلکتہ کے پاس رامپور کے مقام پر آئے، انہوں نے یہاں ایک چھاپہ خانہ قائم کیا، اس طرح پہلی بار بائبل کو جدید پرنٹنگ پریس سے چھاپا گیا۔ ۱۸۳۴ء میں انتقال ہوا۔

پادری فنڈر ۱۸۴۷ء:

پادری کارل جی فنڈر ۱۸۰۳ء میں واٹم برگ جرمنی میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۳۱ء میں ایران گئے، فارسی زبان میں خاصی مہارت حاصل کی، پھر ۱۸۳۸ء میں ہندوستان آئے۔ آگرہ میں سکونت اختیار کی، اردو زبان سیکھی اور دعوتی مہم چلائی۔ عبداللہ آتھم، صفدر علی جیسے افراد ان کے ہاتھ پر مسیحی ہوئے۔ پادری صاحب نے ”میزان الحق“ کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی، جس کو مسیحی دنیا میں بڑی پذیرائی ملی اور کہا گیا کہ یہ کتاب الہام سے لکھی گئی ہے۔ شروع میں مسیحی عقائد وافکار کی صداقت مدلل کرنے کی کوشش ہے، آخری حصہ میں اسلام، قرآن کریم، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق واعمال پر بعض اعتراضات کئے گئے ہیں، اخیر میں ایک ضمیمہ ہے جس میں چھ افراد کے قبول عیسائیت کی روئیداد بیان کی گئی ہے۔ پادری موصوف کا دوسرا کتابچہ ”مفتاح الاسرار“ ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور عقیدۂ تثلیث کو ثابت کرنا

ـ چاہا ہے۔ دعویٰ کیا گیا ہے کہ قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو معجزات بیان کیے ہیں وہ ان کی الوہیت پر دلیل ہیں، فلسفۂ تثلیث کی گتھی سلجھانے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ ان کی تیسری کتاب ''طریق الحیات'' ہے، جس میں مسئلہ کفارہ کو موضوع بحث بنا کر گناہ کی ماہیت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مزعومہ شہادت وقربانی اور انسانیت کی از راہِ کفارہ نجات پانے کا تذکرہ ہے۔ ان کی ایک کتاب ''شجر زندگانی'' ہے، جس میں انجیل سے عیسائی عقائد واخلاق سے متعلق اقتباسات جمع کیے گئے ہیں۔

پادری فنڈر کا ۱۸۴۴ء میں یعنی تحریک آزادی ہند سے تیرہ سال قبل حضرت مولانا سید آل حسن مہانیؒ سے تحریری مناظرہ ہوا، مسلم لیگ کے مشہور راہنما مولانا حسرت موہانی انہی کی اولاد میں سے ہیں، انہوں نے کتاب الاستفسار اور کتاب الاستبشار کے نام سے کتابیں لکھیں اور اول الذکر میں آپ نے پادری فنڈر کی کتاب ''میزان الحق'' کے پہلے اور تیسرے باب کا جواب دیا ہے۔ مولانا نے پادری فنڈر سے مناظرے میں یہ شرط رکھی تھی کہ جہاں بھی ہمارے آقا وپیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیں تو تعظیم کے ساتھ لیں اور احتراماً جمع کی ضمیر استعمال کریں تاکہ مسلمانوں کو ذہنی وروحانی اذیت نہ ہو۔

پادری فنڈر جواب میں لکھتے ہیں: ''خوب سمجھ لو! ہم تمہارے نبی کا ذکر تعظیم کے ساتھ کرنے یا افعال اور ضمیروں کو جمع کے صیغوں کے ساتھ لانے سے معذور ہیں.... یہ بات ہمارے لئے قطعی ناممکن ہے.... اور کسی ایسی جگہ جہاں کلام کا مقتضا، ہوگا یہ بھی کہیں گا کہ محمد رسول نہیں ہیں یا جھوٹے ہیں۔'' پھر دوسرے خط میں لکھتے ہیں: ''یہ بات محال ہے کہ ہم محمد کا نام ذکر کرتے ہوئے افعال اور ضمیروں کو جمع کے صیغوں کے ساتھ لائیں۔''

اندازہ فرمائیے! ان لوگوں کے سینے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کس طرح بغض وعداوت سے بھرے ہوئے ہیں: ''قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر۔'' جس کا اظہار ہمارے دور میں اور بھی زیادہ ڈھٹائی کے ساتھ مسلسل جاری ہے۔ مولانا آل حسن مہانیؒ اور پادری فنڈر کی یہ خط وکتابت عیسائیوں نے ''حل الاشکال'' کے نام سے شائع کی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریری مناظرے کا موضوع: ''تحریف بائبل، مسئلہ تثلیث اور رسالت محمدیؐ'' تھے۔

چارلس ولیم فورمین ۱۸۴۸ء:

چارلس ۳ رمارچ ۱۸۲۱ء کو یو ایس اے میں پیدا ہوئے۔ مذہبی تعلیم کو زندگی کا موضوع بنایا، ۱۸۴۸ء میں رنجیت سنگھ کے دور میں کلکتہ آئے، پھر لاہور آئے۔ عیسائیت کی تبلیغ میں خوب محنت اٹھائی، ان کا کہنا تھا کہ اسکول وکالج انجیلی بشارت کا ایک بہترین ذریعہ ہیں۔ ۱۸۵۰ء میں لاہور میں ایک قطعہ اراضی خرید کر باقاعدہ اسکول کی بنیاد رکھی، ایک بنگالی مسیحی کو ہیڈ ماسٹر مقرر کیا، پھر اس سلسلہ کو مزید بڑھایا۔ ایف سی کالج لاہور انہی کا قائم کردہ ہے۔ مرے کالج سیالکوٹ اور گارڈن کالج راولپنڈی مرکزی مشنری کالج تھے۔ ۱۸۵۲ء میں شاہ عالم مارکیٹ لاہور میں ان کے اسکول کے طلبا کی تعداد سات سو سے متجاوز تھی۔ منادی کا کام کھلے عام انجام دیتے، ٹریکٹ، پمفلٹ اور کتابیں تقسیم کرتے، دکانوں اور بازاروں میں عیسائیت کی تبلیغ کرتے، چارلس کا ۱۸۹۴ء میں انتقال ہوا۔

رابرٹ کلارک ۱۸۵۲ء:

رابرٹ ۱۸۵۲ء میں انگلستان میں پیدا ہوئے، ۱۸۵۲ء میں امرتسر آگئے۔ ۱۴ رمئی ۱۸۵۵ء کو پشاور میں ایک ہائی اسکول قائم کیا۔ بازاروں میں عیسائیت کی منادی کی، متعدد لوگوں نے ان کے ہاتھوں بپتسمہ لیا اور داخل عیسائیت ہوئے۔ ۱۸۶۶ء میں انہوں نے امرتسر کے ایک نام نہاد مولوی عمادالدین کو مرتد کیا، ان صاحب نے تردید اسلام پر متعدد رسالے لکھے اور احیاء مسیحیت کے لئے رابرٹ کلارک کے دست وبازو بنے۔ برصغیر کی مسیحی تواریخ میں انہیں کامیاب مناظر کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ کلارک صاحب نے امریکن مشن والوں کے ساتھ مل کر پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی کی بنیاد رکھی اور اس کے پہلے سیکریٹری مقرر ہوئے، یہ ادارہ آج بھی مسیحی کتب کی اشاعت کے لئے اپنی خدمات برابر انجام دے رہا ہے۔ رابرٹ کا ۱۹۰۰ء میں انتقال ہوا، رائے ونڈ کے پاس کلارک آباد کی انیس سو ایکڑ زمین انہی کے نام سے موسوم ہے۔

تامس ہنٹر ۱۸۵۵ء:

ان کا تعلق امریکن پریسبٹیرین (A.P) مشن سے تھا۔ ۱۸۵۵ء میں سیالکوٹ آئے۔ دہلی اور لاہور میں خاصا مشنری کام کیا۔ ۱۸۵۷ء میں لاہور میں متعدد مشن اسکول قائم کیے۔ جنگ آزادی شروع ہوئی تو یہ اپنے بیوی وبچے سمیت مارے گئے۔

(جاری ہے)

پیغامِ مدارس مہم......اغراض ومقاصد!

مولانا محمد حنیف جالندھری (جنرل سیکریٹری وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے فیصلے کے مطابق کراچی سے پشاور، کوئٹہ سے گلگت تک وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ''پیغام مدارس'' کے عنوان سے ''وفاق المدارس'' کے زیر اہتمام جو اجتماعات منعقد ہوئے یا ہورہے ہیں ان کی کامیابی، اثرات اور برکات پر ہم اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجا لاتے ہیں۔ اس مہم کے لئے وفاق المدارس کے ناظمین، اراکین عاملہ، ضلعی مسؤلین، دینی مدارس کے ذمہ داران، کارکنان، اساتذہ کرام، طلبہ کرام اور دین کا درد رکھنے والے جملہ اسلامیان پاکستان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے دینی مدارس کے پیغام کو شہر شہر، قریہ قریہ، صوبہ صوبہ، گھر گھر پہنچانے میں کردار ادا کیا اور ہمارا تعاون کیا، اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

پیغام مدارس مہم کا بنیادی مقصد آپ سے رابطہ، عوام سے رابطہ، علماء سے رابطہ اور مدارس کی خدمات کو اجاگر کرنا، آج کے حالات اور چیلنجز پر تبادلہ خیال کرنا اور مدارس دشمنوں کو ایک واضح پیغام دینا ہے کہ مدارس دین اسلام اور قرآن کریم کی حفاظت واشاعت کے مراکز ہیں اور دین اسلام اور قرآن کریم کی طرح ان کو کوئی ختم نہیں کرسکتا۔ اس مہم کے ذریعے دینی مدارس کے آفاقی پیغام کو ہر ہر فرد تک پہنچانے کی کوشش کی جارہی ہے کیوں کہ دینی مدارس کا پیغام اسلام کی سربلندی اور بالادستی کا پیغام ہے...... دینی مدارس کا پیغام قرآن وسنت کے علوم کے تحفظ واشاعت کا پیغام ہے...... دینی مدارس کا پیغام علوم نبوت کی اشاعت، دعوت وتبلیغ کا اور حفاظت کا پیغام ہے...... دینی مدارس کا پیغام امت مسلمہ کی رہنمائی کا پیغام ہے...... دینی مدارس کا پیغام محبت، الفت واخوت کا پیغام ہے...... دینی مدارس کا پیغام امن اور استحکام کا پیغام ہے...... دینی مدارس کا پیغام امت مسلمہ کے اتحاد کا پیغام ہے...... دینی مدارس کا پیغام عالم اسلام کے اتحاد کا پیغام ہے...... دینی مدارس کا پیغام حریت فکر وعمل کا پیغام ہے...... دینی مدارس کا پیغام دعوت وتبلیغ و جہاد کا پیغام ہے...... اور سب سے بڑھ کر دینی مدارس کا پیغام یہ ہے کہ مسلمان کی سب سے بڑی دولت اسلام ہے...... مسلمان کا سب سے بڑا سرمایہ دین ہے...... اسلام اور دین کی بقا دین کے علم کے ساتھ وابستہ ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہماری سب سے بڑی دولت ومتاع اور سب سے بڑا سرمایہ وہ مکمل ضابطہ حیات ہے، جو ہمیں اللہ نے عطا فرمایا۔ اللہ رب العزت نے اسلام کی بقا کو اس دارالاسباب میں اس کے علم کے ساتھ جوڑ دیا ہے، اسلام کی بقا کی ضمانت اسلام کا علم ہے۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری شریف میں سب سے پہلے ''باب کیف کان بدء الوحی'' قائم کرکے بتایا کہ ہمارے دین کی بنیاد عقل انسانی نہیں بلکہ علم الٰہی ہے...... ہمارے علم وعمل کی بنیاد وحی الٰہی ہے...... عقیدہ، علم اور عمل وہی معتبر ہے جو ''وحی الٰہی'' سے ثابت ہو، پھر ''کتاب الایمان'' قائم کرکے بتایا کہ بنیاد ''ایمان'' ہے، اور اس کے بعد ''کتاب العلم'' قائم کرکے بتادیا کہ اس ایمان کی بنیاد اور اس ایمان کے تقاضوں پر عمل اس کے علم کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ ''کتاب العلم'' کے بعد ''کتاب الوضوء'' سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اعمال واحکام کو بیان کیا اور یہی وہ ترتیب ہے جو قرآن کریم نے بتائی:

''یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ'' (المجادلہ:۱۱)

ایمان والوں کا ذکر، پھر علم والوں کا ذکر اور پھر عمل کا ذکر کیا...... معلوم ہوا کہ ایمان کا اور علم کا رشتہ، دین اور علم کا رشتہ، اسلام اور علم کا رشتہ یہ آپس کا دائمی رشتہ ہے...... یہ حقیقی رشتہ ہے...... یہ مضبوط رشتہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ایمان کے تقاضوں پر اور اسلام کے تقاضوں پر عمل، علم کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی میں بھی علم کا تذکرہ فرمایا:

"اقرأ باسم ربک الذی
خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقرأ
وربک الاکرم ○ الذی علّم بالقلم ○
علّم الانسان ما لم یعلم۔" (العلق:۱تا۵)

اسلام کا آغاز ہورہا ہے، حضور علیہ السلام پر وحی آرہی ہے، اور اس میں علم اور قلم کا ذکر آرہا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا اور دین کا اور علم کا مضبوط اور دائمی رشتہ ہے......جب یہ رشتہ موجود ہے تو اسلام کی بقا کی ضمانت علم ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب العلم میں واضح طور پر فرمایا کہ اسلام تب باقی رہے گا جب اس کا علم باقی رہے گا، اگر اس کا علم ختم ہوگیا تو اسلام ختم ہوجائے گا۔ آپ تاریخ اٹھا کر دیکھیں کہ جس مذہب کا علم ختم ہوا وہ مذہب ختم ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ مذہب کی بنیاد اس کا علم ہوتا ہے، اسلام کی بقا اس کا علم ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ علم کی بقا کیسے ہوگی؟...... یہ بات بھی ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روشنی میں ملتی ہے کہ علم کی بقا علم کی درس گاہوں سے ہوگی......علم کی بقا علم کے مراکز سے ہوگی......علم کی بقا علم کے مدارس سے ہوگی......علم کی بقا ان علماء کرام کے ذریعے ہوگی......اسی لئے حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا:

"ان اللّٰہ لایقبض العلم انتزاعاً ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء۔"

(بخاری، کتاب العلم)

کہ قرب قیامت میں اللہ تعالیٰ علم کو اٹھائے گا اور علم کو کس طرح اٹھائے گا کہ علم کو علماء کے ذریعے اٹھائے گا تو علم کے اٹھنے کی صورت علماء کے اٹھانے کے ذریعے ہوگی۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام کا تعلق علم سے ہے اور اسلام کی بقا کی ضمانت علم سے ہے اور علم کی بقا کی ضمانت علماء سے ہے، اگر مدرسہ نہیں، علماء نہیں تو علم نہیں، علم نہیں تو پھر اسلام کی حقیقت نہیں، پھر ایمان کے الفاظ ہیں، حقیقت نہیں۔

اس لئے ہمیں سوچنا یہ ہے کہ آج یہ دینی مدارس اور علماء ہی اہل باطل کا نشانہ کیوں ہیں؟...... یہ آج عالمی ایجنڈے پر کیوں ہیں؟......ہمیں اس بات پر غور کرنا ہے کہ پوری دنیا کی عالمی طاقتوں، طاغوتی طاقتوں اور کفریہ طاقتوں نے علماء وطلبہ، مذہبی طبقے کو اور مدرسے کو عالمی ایجنڈے پر کیوں رکھا ہوا ہے؟ اور ہر حکومت سے ہمیں مشکلات کا سامنا کیوں ہوتا ہے؟ تو وجہ یہ سمجھ آئے گی، میں اپنے مطالعے کی حد تک جو سمجھتا ہوں انہوں نے اسلام کو اپنا ہدف بنایا ہوا ہے......اسلام کو ٹارگٹ کیا ہے......یہ جنگ اصل میں اسلام کے خلاف ہے......دشمن جانتا ہے کہ اسلام کو تب تک ختم نہیں کیا جاسکتا جب تک اس کے علم کو نہ ختم کیا جائے......اور علم کو ختم نہیں کیا جاسکتا جب تک علماء کو نہ ختم کیا جائے، جب تک مدارس کو ختم نہ کیا جائے۔ اس لئے میں اور آپ جو جدوجہد کررہے ہیں وہ اسلام و دین کی جدوجہد کر رہے ہیں۔

امام مسلمؒ نے اپنی کتاب کے مقدمے میں امام محمد بن سیرینؒ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: "ان ھذا العلم دین" یہ علم دین ہے، یہ علم اسلام ہے اور چونکہ ہدف اسلام ہے تو علم اور اسلام کے مراکز بھی ہدف ہیں۔ اس لئے آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ جو الزامات و اعتراضات پاکستان میں اور اسلامی ممالک میں علماء وطلبہ اور دینی مدارس پر لگتے ہیں کہ یہ مدرسے انتہا پسندی و دہشت گردی کے مرکز ہیں، یہ فرقہ وارانہ منافرت کا مرکز ہیں، یہ شدت کی تعلیم دیتے ہیں۔" آپ مسلمان ملکوں سے باہر دیکھیں، یہی اعتراضات جو مسلمان ملکوں میں مدارس پر لگتے ہیں وہ غیر مسلم ممالک میں اسلام اور مسلمانوں پر لگتے ہیں، وہاں کہا جاتا ہے کہ اسلام دہشت گردی کا مذہب ہے۔ مسلمان دہشت گرد ہے، مسلمان ممالک میں کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ اسلام دہشت گردی کا مذہب ہے یا مسلمان دہشت گرد ہے، تو یہاں مولوی کو اور مدرسے کو اور داڑھی اور پگڑی والے کو کہا جاتا ہے کہ دہشت گرد ہے۔ آپ پوری دنیا میں دیکھ لیں جن حالات کا سامنا آپ کو اور مجھے یہاں ہے، انہی حالات کا سامنا باہر کی دنیا میں مسلمانوں اور اسلام کو ہے، یہاں علماء کو وہاں مسلمانوں کو......

اس لئے ہم نے اس صورت حال کا مقابلہ اور سامنا شعور و آگہی سے کرنا ہے۔ لوگوں کو، اس ملک کے بچے بچے کو اور دنیا کے ہر انسان کو یہ بات سمجھانی ہے کہ اس کے لئے دین کتنا ضروری ہے اور دینی تعلیم کے مراکز اور مدارس کس قدر ضروری ہیں......پیغام مدارس مہم اسی سلسلے کی کڑی ہے اور یہ مہم صرف چند پروگراموں اور جلسوں کا نام نہیں بلکہ یہ ایک فکر اور سوچ کا نام ہے جس کا اہتمام، اظہار و اعلان آج وفاق المدارس کے قائدین، ذمہ داران اور اہل علم کررہے ہیں۔ یہ دراصل اپنی نسل نو کا دین، دینی تعلیم اور دینی ورثے سے رشتہ بحال کرنے اور برقرار رکھنے کی محنت ہے۔ اللہ رب العزت اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

☆☆ ......☆...... ☆☆

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے

الحاج عتیق انور، لاہور

آج میں آپ سے ایسے موڑ سے بات کر رہا ہوں جہاں ہر ایک کو گزرنا ہے۔ میری عالم ناپائیداری کی آخری رات تھی، میں بالکل صحیح سلامت ایمان کی حالت میں سویا تھا۔ کوئی آدھی رات کے وقت میری طبیعت میں بے چینی ہوئی اور میں نے لمبی لمبی سانس لینی شروع کی، دیکھتے ہی دیکھتے میرے سب گھر والے میرے اردگرد جمع ہو گئے۔ میں نے ایسے سانسیں لیں جیسے کہ اب سانس کی گنتی پوری ہو چکی، اور جو لوگ میرے اردگرد بیٹھے تھے، انہوں نے کچھ نہ کچھ تدبیر کے ساتھ ساتھ کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔

میرا سانس اب ایسا تھا جیسے گاڑی کی چلتے چلتے جب بیٹری کی تار اتر جائے، کرنٹ آنا بند ہو جائے اور وہ ہچکولے لے کر بند ہونے سے پہلے، یعنی میری سانس رک رک کر چلتی اور میری آنکھ عجیب نظارہ دیکھتی ہے کہ حضرت عزرائیلؑ (موت کا فرشتہ) میرے سامنے کھڑا ہے جیسا کہ اگلے سفر کے لئے وقت مقررآ پہنچا اور کہیں تاخیر نہ ہو جائے۔ میرا منہ اب آخری دفعہ کھلا اور میرے بھائی نے میرے منہ میں زمزم کے کچھ قطرے ٹپکائے، باقی لوگوں نے اونچی آواز میں میری یاددہانی کے لئے کچھ کلمات ادا کئے جس سے میری زبان آشنا تھی۔ میری زبان خود بخود حرکت میں آئی: ’’لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔‘‘

اب اس دنیا سے میری بینائی جیسے ختم ہوگئی، جیسے میری زبان بند ہوگئی، جیسے میں نے سننا محسوس کرنا بند کر دیا، روح سے جسم کا ربط ٹوٹ گیا کیونکہ میری روح پرواز کر گئی خالق حقیقی کی طرف۔ ایک بڑا عالم (دنیا) میرے سامنے ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں، میں اس جہاں کو بھی سن رہا ہوں، اور اب جس جہاں سے پردہ اٹھا ہے اس کو بھی سن رہا ہوں، اور جس جہاں سے پردا اٹھا ہے اس کی نہ کوئی حد ہے جیسے ایک چھوٹی سی کونپل یا بیج سے ایک پودا ایک درخت نکلتا ہے۔

اب بس میرے اللہ کی رحمت کا معاملہ ہے، میرے دامن میں تو بس آخری وقت میں ادا کیا ہوا کلمہ ہے، کچھ اعمال ہیں یعنی اصل میں زندگی میں لوگوں کے ساتھ، رشتہ داروں، ہمسایوں، غرض مخلوق کے ساتھ کئے گئے معاملات ہیں۔ اب میرے سامنے میرا چھوڑا ہوا مال ہے ساری دنیا کے خزانے ہیں جو میرے سامنے ہیں جو میرے کسی کام نہ آئیں گے۔ حقوق العباد میں جو کمی ہے وہ رہ گئی مگر یہ سکے اب نہیں چلیں گے اور میرے اللہ کو بھی اب اپنی راہ میں کسی خزانے، نیک اعمال کی ضرورت نہیں، مجھے ضرورت ہے ان صدقہ جاریہ کی جو میں اس گھڑی سے پہلے کر چکا، یا وہ جو میرے اقرباء بعد میں مجھے ایصال ثواب کر دیں۔ دنیا کے خزانے اب میرے کام کے نہیں۔ حقوق العباد میں الحمدللہ! جہاں تک مجھے یاد ہے میرے پیچھے کسی قسم کا کوئی لین دین یا دعویٰ بھی باقی نہیں بلکہ میں نے کسی قسم کا کوئی گلہ شکوہ بھی باقی رہنے نہیں دیا، اس لئے حساب و کتاب کا معاملہ و مرحلہ آسان ہوگا۔

میں منتقل کر دیا گیا ہوں، فرشتے نے میرے جسم سے میری روح کا رابطہ ختم کر دیا ہے۔ بس ایک لمحہ میں میری روح اوپر پرواز کر گئی ہے۔ میرا بنک بیلنس، میرا کاروبار، میرا گھر، میری گاڑی، میری بیوی، میرے بچے، میرے رابطے، میرے تعلقات (ماسوائے میرے لئے کئے گئے ایصال ثواب و دعائے مغفرت) کوئی چیز میری نہیں۔ میری شناخت اب ایک مردے کی سی ہے، میرا سب کچھ میرے ورثاء کا ہو چکا مگر حساب میں نے دینا ہے کہ: کیسے کمایا، کیسے خرچ کیا، کتنا آگے بھیجا۔

میرے عزیز اقرباء میری تدفین کے لئے متفکر ہیں، زیادہ دیر اس جہاں میں (میرے اس گھر میں جس کو میں نے بنایا تھا) ممکن نہیں، میرے جسم سے بدبو پھیلنے کا اندیشہ ہے، میرے عزیز اب میرے لئے ایک چھوٹے سے زمین کے ٹکڑے کا بندوبست کر رہے ہیں، یہ عالی شان گھر باوجود وسعت کے اب میرے لئے نہیں۔ اب میرے غسل کے لئے باہر ایک طرف بندوبست کیا جا رہا ہے، اب وہ قیمتی فٹنگ والا غسل خانہ میرا نہیں رہا۔ میرے لئے اب ایک (میت)

گاڑی کا بندوبست کیا گیا ہے، میرے گھر میں کھڑی کوئی گاڑی اب میری میت کو لے جانے کے ''قابل'' نہیں۔

میرے کپڑے بھی نئے ہیں مگر اَن سِلے، اور سفید قیمتی جوڑے میرے ورثاء میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ میں کتنا خوش قسمت ہوں کہ الحمدللہ! موت کے فرشتے کی زیارت سے پہلے کلمہ طیبہ میری زبان پر جاری ہوا۔ کیونکہ میں اکثر (زبان و دل سے) تنہائی میں، مجلس میں، مصروفیت میں، فراغت میں، اس کلمہ سے آشنا تھا تو بس میری زباں سے اس مشکل گھڑی میں یہ جاری ہو گیا۔

میں انتہائی کمزور انسان ہوں، پر عبادات میں فرائض کی فکر میں رہتا تھا اور ان عبادات کے ذریعے میں نے ہمیشہ اپنے مالک سے حقوق العباد میں مدد مانگی ہر ایک سے معاملات، معاشرت میں دیانت داری کا مظاہرہ کیا، اس کے ساتھ ساتھ دامے، درمے، سخنے کچھ (زکوٰۃ کے علاوہ) صدقات کا بھی کھاتہ کھلا رکھا تو بحیثیت بشر اگر کچھ کمی ہوئی تو یہ پوری ہو جائے گی: ''میں چلا ہوں اب تمہاری باری ہے۔''

دفنانے کے بعد لوگوں کو اپنے اپنے کام میں دنیا کے معاملات میں پڑنا تھا ان کے لئے یہ وقت نکالنا بڑا تکلیف دہ اور باعث زحمت تھا تو میری زبان پر یہ آیا کہ جیسے:

دبا کر سب چل دیئے دعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو

آج میرے دوست، میرے بہن بھائی، میرے رشتہ دار سب لوگ مجھے چھوڑ کر چل دیئے، ''مگر ایک شخص اب بھی میرے ساتھ ہے یہ وہ شخص ہے جو اس وقت میرے سامنے آیا جب میری روح پرواز کر رہی تھی اور یہ نہایت خوب صورت حسین و جمیل شکل میں میرے سرہانے کھڑا تھا اور جب مجھے کفن دیا جا رہا تھا تو تب بھی یہ شخص میرے ساتھ تھا اور میرے سینے اور کفن کے درمیان آ گیا اور جب لوگ مجھے دفن کر کے چلے گئے تو تب بھی یہ شخص میرے ساتھ ہے اور منکر نکیر کے آنے پر بھی یہ شخص میرے ساتھ رہتا ہے۔ منکر نکیر نے اس کو علیحدہ کرنے کی کوشش کی تا کہ یکسوئی سے سوال کر سکیں مگر اس شخص نے کہا کہ یہ میرا ساتھی ہے، میرا دوست ہے، میں کسی حال میں بھی اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا، تم اگر سوالات پر مامور ہو تو اپنا کام کرو، میں اس وقت تک اس سے جدا نہیں ہو سکتا جب تک اس کو جنت میں داخل نہ کراؤں۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے کہ میں ہی وہ قرآن ہوں جس کو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ، تو بے فکر رہ، منکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے۔ اس کے بعد جب منکر نکیر اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ شخص میرے لئے ملاء اعلیٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو ریشم کا ہوتا ہے اور اس کے درمیان مشک بھرا ہوا ہوتا ہے۔''

اور وہ مجھے کہتا ہے کہ تم اب آرام سے سو جاؤ، مگر پھر بھی میری آواز اب میرے سامنے کھڑے۔ میرے عزیز نہیں سن رہے، میری نصیحت ہے کہ میرے لئے ایصال ثواب کرتے رہیں۔ ابن آدم سے صلہ رحمی کرتے رہیں اور میرے بچے امید ہے میری زندگی کی طرح بعد میں عفو و درگزر اور نرمی کے ساتھ لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہوں گے۔ ان شاء اللہ! ہم نے پھر ایک حاضری اکٹھی دینی ہے، جب ہر ایک کی زبان پر ''نفسی، نفسی'' ہوگا، کسی میں ہمت و طاقت نہ ہوگی کہ کسی کی مدد کرے۔

اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو، آمین۔

☆☆..............☆☆

آزادی کشمیریوں کا فطری حق ہے، بھارت کو انہیں یہ حق دینا ہوگا

گوجرانوالہ .... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خطیب مرکز ختم نبوت مولانا عمر حیات سیال نے کہا ہے کہ اہل کشمیر کی آزادی و خودمختاری کو سلب کر کے بھارت اقوام عالم کو للکار رہا ہے۔ بھارت کو یاد رکھنا ہوگا کہ وہ جبر و تشدد سے کشمیریوں کے حقوق کو غصب نہیں کر سکتا۔ آزادی کشمیریوں کا فطری حق ہے، بھارت کو انہیں یہ حق دینا ہوگا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے مرکز ختم نبوت ہاشمی کالونی گوجرانوالہ میں یوم کشمیر کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ تقریب سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کے مبلغ مولانا فقیر اللہ اختر، مبلغ گوجرانوالہ مولانا محمد عارف شامی، جمعیت علماء اسلام کے راہنما سید احمد حسین زید، مدرسہ ختم نبوت کے مدرس مولانا قاری ابرار الحق اور دیگر نے بھی خطاب کیا۔ مہمان خصوصی مولانا فقیر اللہ اختر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کشمیر کی آزادی قیام پاکستان کی تکمیل کا لازمی تقاضا ہے۔ کشمیری عوام کی تحریک آزادی کی حمایت کرنا پاکستان کا سیاسی، سفارتی اور اخلاقی فرض ہے۔ اس موقع پر مدرسہ تعلیم القرآن ختم نبوت ہاشمی کالونی کے طلباء نے بھی خطاب کیا۔ اختتام پر شہدائے کشمیر کے لئے خصوصی دعائیں کی گئیں۔

ریاستِ مدینہ کیا ہے؟

(۲) مولانا محمد جہان یعقوب

داخلہ پالیسی:

معاشی انصاف قائم کرنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی مملکت کی داخلی سیاسی پالیسی کا اعلان فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ اوراس کے نواحی علاقوں پر مشتمل خطے کوایک وحدت قراردیا۔ اس وحدت میں بسنے والے غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ فرمایا اوران کومکمل شہری حیثیت دی گئی۔ شہری ریاست کو اندرونی خلفشار سے بچانے، استحکام بخشنے، امن کوفروغ دینے اوراخلاقی اقدار کو پیدا کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلسل تدابیر اختیار کیں۔ مواخات اور میثاق مدینہ کے علاوہ بھی قریبی قبائل سے معاہدے کئے۔ اس طرح مدینے کے گرد ونواح میں دوستوں کا اضافہ ہوا اور مخالفتوں میں مسلسل کمی ہوتی چلی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہ تدبیر بھی اختیار فرمائی کہ عرب میں جو شخص، خاندان یا قبیلہ مسلمان ہوتو وہ ہجرت کر کے مدینہ یا مضافات میں آبسے تاکہ آبادی بڑھنے سے فوجی وسیاسی پوزیشن مضبوط ہو۔ اس طرز عمل کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ مسلمان فوج کے لئے محفوظ رضاکاروں میں روزافزوں اضافہ ہوا اوردوسری طرف مدینہ کے قریب ہونے کی وجہ سے نومسلموں کے لئے تعلیم وتربیت کا انتظام بھی ہوتا گیا۔

مدینہ منورہ کے لوگ اسلامی ریاست کے دفاع کے لئے ہمہ وقت سرگرم رہا کرتے تھے اور خود نبی مہرباں صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے خلاف ہونے والی ہر جارحیت کی روک تھام کے لئے قائدانہ کردار ادا کیا کرتے تھے۔

خارجہ پالیسی:

خارجہ پالیسی کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امن عامہ اور بین الاقوامی اتحاد کو بنیاد بنایا۔ اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی جغرافیائی حدود میں وسعت اور جنگ وجدل پر مبنی نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو حدیبیہ کے مقام پر صلح کا معاہدہ طے نہ پاتا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس وقت مسلمان کم زور تھے اور غیر مسلموں کی قوت سے خوف زدہ تھے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام نے تو جانیں قربان کردینے کی قسمیں کھائی تھیں مگر ہادیٔ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مسلموں کی تمام شرائط مان کر صلح کرلینا ہی بہتر سمجھا۔ اسلام کی خارجہ پالیسی کا اصول یہ ہے کہ باوقار زندگی کے لئے پرامن جدوجہد جاری رکھی جائے۔ اگر کوئی شرپسند اس راہ میں حائل ہوتو اس حد تک اس کے خلاف کارروائی کی جائے جس حد تک اس کی ضرورت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف اقوام کے ساتھ دوستی کے معاہدے کئے۔ جو قومیں غیر جانبدار رہنا پسند کرتی تھیں ان کی غیر جانبداری کا احترام کیا۔

احتساب:

اگرچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں احتساب کا کوئی مستقل محکمہ قائم نہیں تھا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرض خود انجام دیا کرتے تھے۔ تجارتی معاملات کی بھی نگرانی فرماتے۔ عرب میں تجارتی معاملات کی حالت نہایت قابل اصلاح تھی۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصلاحات جاری کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے اصلاحات پر عمل کراتے، جو باز نہ آتے انہیں سزائیں دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کوئی باقاعدہ جیل خانہ نہیں تھا، اس لئے صرف اتنا خیال کیا جاتا تھا کہ مجرم کو کچھ مدت کے لئے لوگوں سے ملنے جلنے اور معاشرتی تعلقات قائم نہ رکھنے دیئے جائیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بازاروں میں نکلتے تو جگہ جگہ رک کر، ناپ تول کر، پیمانہ دیکھتے، چیزوں میں ملاوٹ کا پتا لگاتے، عیب دار مال کی چھان بین کرتے، گراں فروشی سے روکتے، استعمال کی چیزوں کی مصنوعی قلت کا انسداد کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمال (گورنروں) پر کڑی نگاہ رکھتے، کسی عامل کی شکایت پہنچتی تو فوراً تحقیقات کراتے تھے۔

بلدیاتی نظام:

میثاق مدینہ میں بلدیاتی نظام کے تعلق سے حسب ذیل امور سامنے آتے ہیں: امن وامان کا قیام، تعلیم وتربیت کی سہولتیں، روزگار، سکونت اور ضروریات زندگی کی فراہمی۔ اس

کے علاوہ بھی ریاست مدینہ کے بلدیاتی نظام میں کھانے پینے کی چیزوں کے خالص ہونے پر زور دیا گیا ہے، ملاوٹ کرنے والوں کے لئے سخت سزائیں اور عذاب کی وعید ہے، پینے کے پانی کو صاف رکھنے اور گندے پانی کی نکاسی کے احکام بھی اسی عنوان کے تحت آتے ہیں، اسی عنوان سے متعلق بیماریوں کے علاج کی سہولتیں بھی ہیں، ان میں وباؤں کے خلاف حفاظتی تدابیر اور ہر وقت ان کے انسداد کی ذمہ داری شہری حکومت پر ہے۔ سایہ، چمن بندی، عوامی تفریح گاہوں کا انتظام بھی عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہے۔ بلدیاتی نظام میں سب سے اہم سڑکوں، پلوں کی تعمیر اور دیکھ بھال کے علاوہ نئی شاہ راہوں کی تعمیر اور آئندہ کے لئے ان کی منصوبہ بندی کا کام ہوتا ہے۔

تجاوزات کا خاتمہ:

بعض لوگ ذاتی اغراض کے لئے سڑکوں کو گھیر لیتے ہیں بعض مستقل طور پر دیواریں کھڑی کر لیتے ہیں، فقہ اسلامی میں اس کے بارے میں واضح احکام ملتے ہیں؛ صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب تم راستے میں اختلاف کرو تو اس کی چوڑائی سات ہاتھ ہوگی، اس سے کم گلی بھی نہیں ہو سکتی۔ (صحیح مسلم)

آب رسانی:

مدینہ کی شہری مملکت میں پینے کے پانی کا انتظام یہودیوں سے کنوئیں خرید کر کیا گیا، شہر میں پینے کے پانی کی بہم رسانی کا سرکاری طور پر انتظام کیا گیا، مدینہ میں پینے کے لئے میٹھے پانی کے کنوئیں اور چشمے بمشکل دستیاب ہوئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو خود بھی مدینہ کی نو آبادی میں رہتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اہل مدینہ کے لئے یہودیوں سے میٹھے پانی کا کنواں بئر رومہ خرید کر وقف کر دیا۔ (صحیح بخاری)

صفائی ستھرائی:

حفظان صحت کا خیال رکھنا اسلامی زندگی کا بنیادی نظریہ ہے، صفائی اور پاکیزگی کو اسلام نے نصف ایمان کا درجہ دیا ہے، گھر، گھر کے باہر کا ہر مقام، اپنے جسم، اپنے کپڑوں کی پاکی کا حکم بار بار آیا ہے، مسجدوں کو پاکیزگی کے نمونے کے طور پر پیش کیا گیا ہے، سرکاری عمارتوں کو پاک صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بدوی مسجد نبوی کی دیواروں پر تھوک دیتے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے اس جگہ کو صاف کرتے تھے، وضو اور غسل کا نظام، غلاظت سے صفائی کے احکام، چوپال، کھلیانوں کی جگہ، دریاؤں کے کنارے اور تفریح کے مقامات کو پاک صاف رکھنا حفظان صحت کے اصول کے مطابق بھی ہے اور اس میں شائستگی کا اظہار بھی ہے۔

اسلام جسم و جان کی پاکیزگی اور ظاہر و باطن کی صفائی پر بہت زیادہ زور دیتا ہے، وضو، طہارت، غسل کے احکامات اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ ریاست مدینہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سڑکوں پر گندگی ڈالنے سے روکا، قبل از اسلام مدینہ کی گلیوں میں گندے پانی کی نکاسی کا انتظام نہ تھا، بیت الخلاء کا اس زمانہ میں رواج نہ تھا؛ لیکن مسلمانوں کی آمد کی وجہ سے جب شہروں کی آبادی بڑھنے لگی تو پھر ان مسائل کا حل تلاش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدیں بنا کر وہاں طہارت خانہ تعمیر کرنے کی ہدایت جاری کی، اسلام کے عمومی مزاج اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد گھر گھر غسل خانے بن گئے۔ ہر مسجد کے ساتھ طہارت خانے تعمیر کئے گئے۔ (ابن ماجہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سڑکوں پر سے رکاوٹ کی چھوٹی موٹی چیز کو ہٹا دینے کو صدقہ قرار دیا۔

شجر کاری:

ہجرت کے وقت مدینہ باغوں کی سرزمین کہلاتا تھا اور یہاں کے لوگ باغات کے بہت شوقین تھے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر اور مسجد کی تعمیر کے وقت یہ کوشش کی کہ وہاں موجود کھجور کے درختوں کو کم سے کم نقصان پہنچے، مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ کے قریب کھجور کے درختوں کا ذکر کتب احادیث میں ملتا ہے۔ مسجد کے بڑے دروازہ کے بالمقابل حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا وسیع وشاداب باغ بیرحا تھا، جہاں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تشریف لے جاتے۔ (صحیح بخاری، نسائی، ابن ماجہ) اس کے علاوہ بھی خصوصیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سڑکوں پر سایہ دار درخت لگانے کا حکم دیا۔

ٹریفک کنٹرول:

موجودہ دور میں ایک اہم مسئلہ ٹریفک کا ہے، اس کے بارے میں تعلیمات نبوی سے احکام ملتے ہیں، سڑکوں پر بیٹھ کر باتیں کرنے اور راستہ میں رکاوٹ کھڑی کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا، جانوروں تک کے لئے

راستے کی آزادی برقرار رکھی۔

آزاد بین الاقوامی تجارت کی داغ بیل:

ہجرت کے بعد مدینہ میں خرید وفروخت کی سہولت کے لئے علیحدہ منڈی یا بازار بنا دیا گیا، خیال یہ ہے کہ یہ منڈی بنو قینقاع کے اخراج کے بعد قائم ہوئی ہوگی، کیونکہ اس سے پیشتر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور دوسرے تجارت پیشہ مسلمان اپنا کاروبار قینقاع کے بازار میں کرتے تھے۔ (صحیح مسلم) یہ بازار مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ زیادہ فاصلہ پر نہ تھا، بازار خاصا وسیع وعریض تھا اور آخر عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت بارونق اور تجارتی سرگرمیوں کا مرکز بن چکا تھا، تجارت کے فروغ کے لئے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے زبردست کوششیں کی، جن میں سب سے اہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تھا: ”مدینہ کی منڈی میں کوئی خراج (ٹیکس) نہیں ہے۔“ (فتوح البلدان، بلاذری) واضح رہے کہ خراج (ٹیکس، چونگی) کی وجہ سے تجارت میں بڑی رکاوٹیں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف سیاسی اور عسکری مصالح کے پیش نظر یہ حکم صادر فرمایا جو دوررس نتائج کا سبب تھا، اور دراصل اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چونگی کی لعنت ہی ختم نہ کی؛ بلکہ تمام ملک میں، مدینہ کی طرح آزادانہ درآمدات اور برآمدات کی اجازت دے کر بین الاقوامی آزاد تجارت کی داغ بیل ڈالی۔ اس بات میں دو رائے نہیں، کہ آزاد بین الاقوامی تجارت، جس کے ذریعہ بین الاقوامی طور پر اشیا کی قیمتیں متوازن رکھ کر عوام کو فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے، نہ صرف اقوام وملل کے لئے، بلکہ پوری نوع انسانی کی مادی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ اس طرح اقوام خوشحال بن سکتی ہیں۔

تعلیمی اداروں کا قیام:

ریاست مدینہ کے بانی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم پر بڑا زور دیا ہے، پہلا نصاب تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ترتیب دیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت ایک چبوترہ (صفہ) بنا کر اسلام کے پہلے رہائشی مدرسے کی بنیاد ڈالی۔ عرب میں چوں کہ لکھنے کا رواج نہیں تھا اس لئے مسجد نبوی میں ہی حضرت عبداللہ بن سعید بن العاص اور حضرت عبادہ بن صامت کو لکھنا سکھانے پر مامور کیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف زبانیں سکھائی گئیں اور فنون جنگ کی تعلیم ہر جوان کے لئے ضروری قرار دی گئی۔ خواتین گھریلو صنعتوں کے ساتھ علاج معالجے کا انتظام بھی کرتی تھیں، حتی کہ ایک صحابیہ نے مسجد نبوی ہی میں خیمہ لگا دیا تھا جہاں زخمیوں کی مرہم پٹی کی جاتی تھی۔ ریاست مدینہ نے ریاست کے خلاف لڑنے والے سزائے موت کے مستحق دہشت گردوں (جنگی قیدیوں) کو صرف اس شرط پر رہا کر دیا تھا کہ آپ ہمارے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ چنانچہ ایسے دہشت گردوں کو شرط پوری کرنے پر ریاست مدینہ نے بطور صلہ تختہ دار سے رہائی بھی دی۔ ریاست مدینہ نے اپنی نیشنل یونیورسٹی میں پڑھنے والے طالب علموں سے کبھی فیس نہیں لی، بلکہ لوگوں کو ترغیب دی کہ ان کے ساتھ بڑھ چڑھ کر تعاون کیا جائے۔

عدل وانصاف کی بالادستی:

معاشرے کی تعمیر وترقی کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ قانون کی بالادستی ہو اور قانون میں امیر غریب، چھوٹے بڑے طبقے کا فرق مٹا دیا جائے، چناں چہ ریاست مدینہ کے بانی صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل وانصاف پر مبنی معاشرہ قائم کیا، قانونی مساوات کو رائج کیا۔ قانون سب کے لئے ایک تھا، امیر غریب کا کوئی فرق نہیں تھا۔ مشہور واقعہ ہے کہ بنو مخزوم کی ایک فاطمہ نامی عورت جب چوری کے جرم میں گرفتار ہوئی اور اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا، تو اس کے قبیلے والے ہر قسم کی سفارشیں، رشوتیں دینے کے لئے تیار ہو گئے کہ کسی طرح اس عورت کو قانون کے ہاتھوں سے چھڑا دیا جائے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے سے بھی سفارش کرائی، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس فاطمہ کی جگہ میری بیٹی فاطمہ بھی اس جرم کی مرتکب ہوتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ یہی تسلسل خلفائے راشدینؓ کے ادوار میں بھی نظر آتا ہے، چنانچہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر کے گورنر کے بیٹے کو سرعام کوڑے مارے، حضرت علی رضی اللہ عنہ عدالت کے طلب کرنے پر عدالت میں پیش ہوئے اور اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ قانون سب کے لئے ہے۔

شرعی سزاؤں (حدود) کا نفاذ:

درندہ صفت انسانوں کو جرائم سے روکنے کے لئے مدینہ منورہ کی ریاست میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ حدود کو پوری طرح نافذ کیا گیا تھا: چناں چہ غیر شادی شدہ زانی کو ۱۰۰ کوڑے اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جاتا۔ چور کے ہاتھ کاٹے جاتے، شراب پینے والے کو کوڑوں کی سزا دی جاتی اور دیگر سزاؤں کی حدیں مقرر تھیں۔

(جاری ہے)

طویل بیماری میں علاج کی شرعی حیثیت!

”Palliative Care“ اور اسلام“ کے موضوع پر کی گئی تقاریر اور متعلقہ شرعی مسائل کے جوابات

بیان: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ (۲) ضبط و تخریج: محمد وصی فصیح بٹ

موہوم علاج ناپسندیدہ ہے:

تیسری بات یہ ہے کہ یہ ہدایت ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ملی ہے کہ ممکنہ حد تک مریض کے جسمانی عوارض، عمر، خاندانی، مالی و دیگر حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اعتدال کے ساتھ علاج کرنا سنت ہے۔ یہ میں بہت احتیاط کے ساتھ الفاظ استعمال کر رہا ہوں۔ اعتدال کا مطلب ہے کہ نارمل طریقے سے جو علاج ہے وہ تو سنت ہے، لیکن نارمل سے آگے بڑھ کر ایسے طریقے اختیار کرنا جو Extreme قسم کے ہیں، وہ نہ واجب ہیں نہ سنت ہیں، صرف مباح (permissible) ہیں لیکن کراہت (ناپسندیدگی) کے ساتھ، یعنی ایسے Abnormal طریقے جن میں مریض کی تکلیف کا پہلو زیادہ ہے یا یقینی ہے، یا وہ انتہائی علاج ہے کہ اس سے شفایاب ہونا موہوم ہے، مثلاً 10% امید ہے کہ فائدہ پہنچ جائے، 90% خیال یہ ہے کہ فائدہ نہیں ہوگا اور تکلیف بھی ہوگی۔ اس علاج کے بارے میں شریعت میں صرف اتنی بات نہیں ہے کہ اس کو ضروری نہیں سمجھا گیا بلکہ اس سے بچنے کی طرف شریعت کا رجحان ہے۔

قال الغزالی: إن المریض لو علم بالقطع الشفاء ثم لم یداو به فهو عاص مثل الجائع الذی عنده طعام، ولو کان الشفاء مظنوناً فهو فی حد الجواز، ولو کان موهوماً فترک ذلک الدواء أحسن وهو توکل. (العرف الشذی شرح سنن الترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی الدواء والحث علیه: ۳/۲۴۸)

اعْلَمْ بِأَنَّ الْأَسْبَابَ الْمُزِيلَةَ لِلضَّرَرِ تَنْقَسِمُ إِلَى مَقْطُوعٍ بِهِ كَالْمَاءِ الْمُزِيلِ لِضَرَرِ الْعَطَشِ وَالْخُبْزِ الْمُزِيلِ لِضَرَرِ الْجُوعِ وَإِلَى مَظْنُونٍ كَالْفَصْدِ وَالْحِجَامَةِ وَشُرْبِ الْمُسْهِلِ وَسَائِرِ أَبْوَابِ الطِّبِّ أَعْنِي مُعَالَجَةَ الْبُرُودَةِ بِالْحَرَارَةِ وَمُعَالَجَةَ الْحَرَارَةِ بِالْبُرُودَةِ وَهِيَ الْأَسْبَابُ الظَّاهِرَةُ فِي الطِّبِّ وَإِلَى مَوْهُومٍ كَالْكَيِّ وَالرُّقْيَةِ أَمَّا الْمَقْطُوعُ بِهِ فَلَيْسَ تَرْكُهُ مِنَ التَّوَكُّلِ بَلْ تَرْكُهُ حَرَامٌ عِنْدَ خَوْفِ الْمَوْتِ وَأَمَّا الْمَوْهُومُ فَشَرْطُ التَّوَكُّلِ تَرْكُهُ إِذْ بِهِ وَصَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآلِهِ الْمُتَوَكِّلِينَ (الفتاوى الهندية، كتاب الْكَرَاهِيَةِ، الْبَابُ الثَّامِنَ عَشَرَ فِي التَّدَاوِي وَالْمُعَالَجَاتِ: ۴۳/۳۸۱)

یقینی علاج فرض وواجب ہے:

بعض صورتیں علاج کی ایسی ہوتی ہیں جو فرض و واجب بھی ہوتی ہیں، مگر وہ صورتیں درحقیقت علاج میں داخل نہیں ہیں۔ جیسے ایک شخص پیاس سے مر رہا ہو، اس وقت اس کے لئے پانی پینا فرض ہے۔ اگر نہیں پیئے گا اور مر جائے گا تو خودکشی کا گناہ گار ہوگا۔ یہاں تک اگر پیاس بجھانے کے لئے کوئی حلال چیز موجود نہیں ہے اور معاذ اللہ شراب رکھی ہے جسے پی کر وہ جان بچا سکتا ہے، اس وقت اس شخص کے ذمے شراب پینا فرض ہے، اگر کوئی دوسری چیز موجود نہیں ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ اسے پی کر جان بچائے کیونکہ پانی یا کسی سیال (Liquid) کا پیاس بجھا دینا یہ ایک یقینی چیز ہے، لہٰذا شریعت نے جان بچانے کے لئے اسے اختیار کرنا واجب قرار دیا، نہ کرے گا تو گناہگار ہوگا۔ بخلاف علاج و دواؤں کے، کہ دوائیں اتنی یقینی نہیں ہوتیں۔

وَمَنْ امْتَنَعَ عَنْ أَكْلِ الْمَيْتَةِ حَالَ الْمَخْمَصَةِ أَوْ صَامَ وَلَمْ يَأْكُلْ حَتَّى مَاتَ أَثِمَ بِخِلَافِ مَنْ امْتَنَعَ مِنَ التَّدَاوِي حَتَّى مَاتَ) فَإِنَّهُ لَا يَأْثَمُ لِأَنَّهُ لَا يَقِينَ أَنَّ هَذَا الدَّوَاءَ يَشْفِيهِ وَلَعَلَّهُ يَصِحُّ مِنْ غَيْرِ عِلَاجٍ كَمَا فِي الِاخْتِيَارِ. (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الْكَرَاهِيَةِ، فَصْلٌ فِي الْأَكْلِ: ۲/۵۲۵)

دواؤں کے اندر یہ احتمال بھی ہے کہ فائدہ پہنچ جائے اور یہ احتمال بھی ہے کہ فائدہ نہ پہنچے بلکہ ہمارے ایک بزرگ ڈاکٹر تھے، اللہ تعالیٰ ان کی

مغفرت فرمائے، ڈاکٹر صغیر احمد ہاشمی صاحب مرحوم، میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا بہت علاج کیا کرتے تھے اور ہم سب ان سے رجوع کیا کرتے تھے اور ایک زمانے میں وہ لاہور کے گنگارام ہسپتال کے شاید سربراہ بھی تھے، میں نے کئی مرتبہ ان سے سنا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میری ساری زندگی کا تجربہ یہ ہے کہ دوا مریض کے بدن میں جانے کے بعد کسی اور سے پوچھتی ہے کہ کیا کروں؟ آیا اس کو فائدہ پہنچاؤں یا الٹا نقصان پہنچا دوں؟ وہی دوا جو ایک مریض کو ایک بیماری میں کارآمد تھی، وہی دوا دوسرے مریض کو اسی بیماری میں نقصان پہنچا دیتی ہے۔ لہٰذا چونکہ (دوا سے فائدہ پہنچنا) یقینی نہیں ہے، اس لئے یہ فرض یا واجب نہیں ہے، البتہ بے شک سنت ہے۔ لیکن اگر اس سے شفا موہوم ہے، موہوم کا معنی ہے کہ مریض کی شفایابی کے امکانات بہت بعید (Remote Chances) ہیں تو ایسا علاج نہ صرف یہ کہ فرض نہیں، واجب نہیں، سنت نہیں، بلکہ صرف جائز ہے، وہ بھی پسندیدہ نہیں۔

موہوم و تکلیف دہ علاج کی سنت سے مثال:

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ عرب معاشرے میں ایک علاج کا طریقہ تھا جسے الکَیّ کہتے تھے۔ جب کوئی شخص بیمار ہوتا تھا اور کسی بھی دوا سے اسے فائدہ نہیں ہوتا تھا تو پھر جسم کے اس حصے کو داغا جاتا تھا۔ لوہے کو گرم کر کے داغتے تھے اور اللہ جانے مزید کتنے طریقے ہوتے ہوں گے۔ اس پر ایک عرب ڈاکٹر کی ایک تفصیلی کتاب ہے جس میں انہوں نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ کس کس طریقے سے اس کو استعمال کیا جاتا تھا اور اس کے کیا کیا نتائج فائدے یا نقصان کے ہوتے تھے۔ عربی زبان میں یہ مقولہ مشہور تھا کہ ”آخر الدواء الکی (تمام علاج کے بعد آخری علاج کَیّ کے ذریعے ہوتا ہے) (المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام، جواد علی، الطب والبیطرة: ۸۳۹۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”کَیّ“ کے طریقے کو پسند نہیں کیا، بلکہ اس سے روکا اور فرمایا: ”وَاَنْهٰى اُمَّتِی عَنِ الْكَيِّ“

ترجمہ: میں اپنی امت کو کَیّ سے روکتا ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الشفاء فی ثلاث، الرقم: ۵۶۸۰)

ان لوگوں کی فضیلت بیان کی جو کَیّ کا علاج نہیں کرتے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ ستر ہزار افراد ایسے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ بلاحساب کتاب جنت میں داخل کریں گے (اور ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے (بریکٹ میں لکھے گئے یہ الفاظ اس حدیث کا حصہ نہیں ہیں جس میں کَیّ نہ کرنے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے، تاہم دوسری احادیث سے یہ اضافہ بھی ثابت ہے۔ مثلاً: عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- أُعْطِيتُ سَبْعِينَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وُجُوهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَقُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ فَاسْتَزَدْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فَزَادَنِي مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ سَبْعِينَ أَلْفًا. (مسند أحمد، الرقم: ۲۳) تو عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے کہ اے اللہ کے رسول میرے لئے دعا کریں کہ میں بھی ان میں ہو جاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دعا کر دی، تم انہی میں سے ہو، اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مرتبہ عطا فرما دیا۔ اس کے بعد ایک اور صاحب کھڑے ہو گئے کہ میرے لئے بھی دعا فرما دیں، آپ نے فرمایا کہ عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تشریح فرمائی کہ یہ کون لوگ ہوں گے جو بلاحساب کتاب داخل ہوں گے تو فرمایا کہ ان میں وہ لوگ ہیں جو لَا یَکْتَوُوْنَ یعنی وہ جو کَیّ کا علاج نہیں کرتے اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں (صحیح البخاری، کتاب الطب، بَابُ مَنِ اكْتَوَى أَوْ كَوَى غَيْرَهُ، وَفَضْلِ مَنْ لَمْ يَكْتَوِ، الرقم: ۵۳۷۸)۔ چونکہ جب کوئی طریقہ علاج معاشرے میں بہت رائج ہو جائے تو اس کے خلاف بولنا یا اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے، اس لئے کَیّ نہ کرنے والوں کی اتنی بڑی فضیلت بیان فرمائی۔ لہٰذا ایسا extreme علاج جو تکلیف دہ بھی ہو (وإنما نهى عن الكي لمشقته (كشف المشكل من حديث الصحيحين، كشف المشكل من مسند عبد الله بن العباس: ۵۵۰/۱) اور موہوم بھی ہو، اس کو کرنے کے بجائے بندہ اللہ پر بھروسہ کرے کہ اے اللہ! آپ ٹھیک کرنے والے ہیں! میں اس علاج کے پیچھے نہیں پڑتا تو یہ پسندیدہ ہے۔

علاج معالجہ کے درجات:

آپ نے دیکھا کہ انسان کو موت سے بچانے کے لئے بعض چیزیں فرض ہیں، جیسے پیاسے کے لئے پانی پینا فرض ہے، بعض چیزیں فرض نہیں، واجب نہیں، مسنون ہیں جیسے نارمل طریقہ علاج، تیسرا وہ جس سے شفایابی موہوم ہو اور اس سے

تکلیف بھی پہنچ رہی ہو، تکلیف چاہے جانی ہو یا مالی ہو یا کسی بھی قسم کی ہو تو اس کو کرنا نہ صرف یہ کہ فرض، واجب یا سنت نہیں ہے بلکہ اس کو چھوڑ دینا بہتر ہے۔

إن مجلس مجمع الفقه الإسلامي المنعقد في دورة مؤتمره السابع بجدة في المملكة العربية السعودية من ۷/إلى ۱۲/ ذو القعدة ۱۴۱۲هـ الموافق - ۹/۱۴ مايو ۱۹۹۲م .بعد اطلاعه على البحوث الواردة إلى المجمع بخصوص موضوع:(العلاج الطبي). وبعد استماعه إلى المناقشات التي دارت حوله، قرر: أولا -التداوي: الأصل في حكم التداوي أنه مشروع، لما ورد في شأنه في القرآن الكريم والسنة القولية والعملية، ولما فيه من(حفظ النفس) الذي هو أحد المقاصد الكلية من التشريع. وتختلف أحكام التداوي باختلاف الأحوال والأشخاص: فيكون واجبًا على الشخص إذا كان تركه يفضي إلى تلف نفسه أو أحد أعضائه أو عجزه، أو كان المرض ينتقل ضرره إلى غيره، كالأمراض المعدية . ويكون مندوبًا إذا كان تركه يؤدي إلى ضعف البدن ولا يترتب عليه ما سبق في الحالة الأولى. ويكون مباحًا إذا لم يندرج في الحالتين السابقتين . ويكون مكروهًا إذا كان بفعل يخاف منه حدوث مضاعفات أشد من العلة المراد إزالتها .(مجلة مجمع الفقه الإسلامي التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامي بجدة ، العلاج الطبي:۱۶۴۵/ ہے) اگر کرے گا تو بھی گناہ گار تو نہیں ہو گا لیکن اگر چھوڑ دے گا تو بھی گناہ گار نہیں ہو گا۔

علاج میں تکلیف سے بچنا چاہئے:

آخری بات یہ ہے کہ مریض کا جس طریقہ سے علاج کرنا پسندیدہ ہے، اس میں اس بات کی بھی ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں اہمیت نظر آتی ہے کہ اگر کوئی ایسا طریقہ موجود ہو جس میں تکلیف نہ ہو تو حتی الامکان تکلیف دہ طریقہ اختیار نہ کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی بچوں کے گلے میں Tonsils نکل آتے تھے ،تو اہل عرب کے یہاں رواج تھا کہ خاص ماہر عورتیں ہوتی تھیں، جو Tonsils کو دبایا کرتی تھیں، دبا کر یا تو اللہ جانے پھوڑ دیتی تھیں یا کسی اور طرز کا علاج کرتی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو فرمایا: عَلَى مَا تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهَذَا الْعِلَاقِ، عَلَيْكُنَّ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ(صحیح البخاری، کتاب الطب، بَابُ اللُّدُودِ، الرقم:۵۳۸۳)

ترجمہ: ”کیوں بچوں کو گلا دبا کر تکلیف دیتی ہو؟ قسط ہندی استعمال کرو۔“

قسط ہندی ایک دوا ہوتی ہے، اب بھی ملتی ہے، اس لئے ہندی کہلاتی ہے کہ ہندوستان میں اس کا زیادہ رواج تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچوں کو قسط ہندی کا سفوف پلایا کرو۔ لہٰذا جو عملی علاج تھا، اس سے روکا اور ایسی دوائی بتائی جو اس کام میں مفید ہے۔ اب تو ہم رفتہ رفتہ پرانی چیزوں کی طرف لوٹ کر آرہے ہیں۔ ایک زمانے میں کسی کو پتہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ اسپغول کیا چیز ہوتی ہے اور اب ہر ڈاکٹر اسپغول کی تاکید کرتا ہے۔ پہلے کیمیائی دواؤں کی طرف زیادہ رجحان ہوتا تھا، اب Organic چیزیں زیادہ پسند کی جانے لگی ہیں۔ اب رفتہ رفتہ قسط بھی واپس آرہی ہے جو رسول کریم ﷺ نے بچوں کے گلے کے لئے تجویز فرمائی تھی۔ نزلہ، زکام کے اندر خود ہمارا اپنا تجربہ ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے قسط سے فائدہ ہوتا ہے۔

عیادت کا اصل مقصد:

تو ایک بات تو یہ ہے کہ علاج کا کوئی سیدھا سادا طریقہ ہو جس میں تکلیف کم ہو۔ ایسا طریقہ اختیار کرنا جس میں تکلیف ہو، یہ بھی پسند نہیں کیا گیا۔ اور ساتھ ہی مریض کی راحت رسانی، اس کو آرام دینا، ذہنی آرام، نفسیاتی آرام اس کے لئے احادیث میں بڑی زبردست ہدایات موجود ہیں۔ یہ عیادت کا جو حکم ہے، یہ دراصل مریض کو تسلی دینے کا ایک راستہ ہے اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ کوئی شخص کسی مسلمان کی عیادت کے لئے جائے تو اللہ تعالیٰ کے ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں(سنن الترمذی، الجنائز، باب مَا جَاءَ فِي عِيَادَةِ الْمَرِيضِ، الرقم:۹۶۹) یہ فضیلت کیوں ہے؟ اس لئے کہ عیادت سے مریض کو تسلی ہوتی ہے۔

البتہ باریک بینی سے یہ بھی فرمایا گیا کہ عیادت ہلکی پھلکی کرنی چاہئے۔ یہ نہیں کہ عیادت کرنے والا مریض کے پاس جم کر بیٹھ جائے، جس کے نتیجہ میں مریض کو تکلیف ہو رہی ہو۔ بس دعا کرے، خیریت پوچھے اور واپس آجائے۔ یہ کرنا غلط ہے کہ آدمی بس وہاں جا کر بیٹھ گیا، زیادہ دیر وہاں گزار رہا ہے، مریض کے سر پر بوجھ ہو رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا جب آخری وقت تھا تو لوگ عیادت کے لئے آرہے تھے۔ اب لوگ بار بار آرہے ہیں اور دیر تک بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب بہت سے لوگ چلے گئے تو ایک صاحب

پھر بھی بیٹھے رہے،تو عبداللہ بن مبارک کے منہ سے نکلا کہ یہ آنے جانے والوں نے الگ مشکل میں ڈالا ہوا ہے تو وہ صاحب کہنے لگے کہ حضرت! یہ دروازہ بند کردوں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں! مگر باہر سے بند کرنا(وروی أنه دخل رجل علی مریض فأطال الجلوس فقال المریض لقد تأذینا من کثرة من یدخل علینا فقال الرجل أقوم وأغلق الباب قال نعم ولکن من خارج (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الجنائز، باب عیادة المریض:۴/۵۴)۔تو یہ ایک ہدایت دی گئی ہے کہ عیادت کے بھی آداب ہیں۔یہ نہ ہو کہ بجائے اس عیادت سے فائدہ پہنچنے کے نقصان پہنچ جائے۔راحت مقصود ہے۔اگر راحت اس میں ہے کہ ملاقات ہی نہ کرے تو بس وہیں سے دعا کرکے آجائے،جیسے بعض اوقات ملاقات خود مریض کے لئے نقصان دہ ہوجاتا ہے تو اس وقت اصرار کرنا کہ میں جاؤں گا اور مریض کی شکل دیکھوں گا،یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔

Palliative Care اور اسلام:

بہر حال یہ چند بنیادی اصول تھے جن کا حاصل یہ ہے کہ مریض کو سکون پہنچانا چاہیے۔یہ PalliativeCare کی جو بات ہو رہی ہے اُس کا حاصل بھی یہ ہے کہ جب کسی شخص کی مکمل شفا ممکن نظر نہیں آرہی تو کم ازکم اسے ایسی ادویہ فراہم کی جائیں یا ایسے طریقے اختیار کئے جائیں جن کے نتیجہ میں اسے سکون حاصل ہو۔یہ اسلام کے عین مطابق ہے اور اس کے اندر مزید کسی پریشانی کی بات نہیں ہے۔البتہ اس سلسلے میں جو کچھ سوالات ہیں،ان کے بارے میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ اصول ذہن میں رہیں تو بہت سے سوالات کا جواب خود بخود مل جائے گا، باقی سوالات کے جوابات discussionPanel میں دیں گے۔

نشست سوال وجواب

سوال:خاتمہ بالخیر ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کی فکر کرنا اور مریض کو ترغیب دینا کیسا ہے؟

جواب: خاتمہ بالخیر کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آدمی کا انتقال ایمان کی حالت میں ہو اور اگر ممکن ہو تو کلمہ طیبہ اس کا آخری کلمہ ہو۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مریض سے یہ کہا جائے کہ تمہارا خاتمہ بالخیر ہونے والا ہے،تم کلمہ پڑھ لو۔اس کا شریعت نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ جب کسی شخص کا یہ حال نظر آرہا ہو کہ اس کا دنیا سے جانے کا وقت آگیا ہے تو آس پاس کے لوگ کلمہ پڑھتے رہیں،اس سے نہ کہیں کہ تم پڑھو۔اس کو شریعت کی اصطلاح میں تلقین کہتے ہیں اور یہ مستحب ہے۔

(قَوْلُهُ وَلُقِّنَ الشَّهَادَتَيْنِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ شَهَادَةَ أَنْ لَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ) وَالْمُرَادُ الَّذِي قَرُبَ مِنْ الْمَوْتِ وَصُورَةُ التَّلْقِينِ أَنْ يُقَالَ عِنْدَهُ فِي حَالَةِ النَّزْعِ جَهْرًا وَهُوَ يَسْمَعُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ سُمِّيَا شَهَادَتَيْنِ لِأَنَّهُمَا شَهَادَةٌ بِوَحْدَانِيَّةِ اللَّهِ وَشَهَادَةٌ بِرِسَالَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُقَالُ لَهُ قُلْ وَيُلَقَّنُ قَبْلَ الْغَرْغَرَةِ وَلَا يُلَحُّ عَلَيْهِ فِي قَوْلِهَا مَخَافَةَ أَنْ يَضْجَرَ فَإِذَا قَالَهَا مَرَّةً لَا يُعِيدُهَا عَلَيْهِ الْمُلَقِّنُ إلَّا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِكَلَامٍ غَيْرِهَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ)

(الجوهرة النيرة،بَابُ الْجَنَائِزِ:۱/۳۹۷)

حرام دوا کی گنجائش:

سوال: ایک 85 سالہ خاتون ہیں جن کو End Stage Heart Disease ہے۔ان کی فیملی ان کی بیماری اور ان کی Palliative Case سے واقف اور آگاہ ہے۔وہ اس وقت شدید سانس کی تکلیف Severe Respiratory Distressed میں ہیں۔تمام ممکنہ میڈیکل علاج کے باوجود ان کی حالت مزید خراب ہورہی ہے۔ڈاکٹر نے ان کو سانس کی تکلیف کم کرنے کے لئے Morphine دینا شروع کیا اور فیملی سے ذکر کیا۔فیملی کا خیال ہے کہ Morphine حرام ہے۔لہٰذا اس مسئلہ میں شریعت کی کیا راہنمائی ہے؟

جواب:Morphine میں نشہ آور اجزاء موجود ہیں،لیکن شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب کسی شخص پر کوئی اور دوا اثر نہ کرے تو اس صورت میں کسی حرام چیز کا بقدر ضرورت استعمال جائز ہوجاتا ہے۔

وَقَدْ وَقَعَ الِاخْتِلَافُ بَيْنَ مَشَايِخِنَا فِي التَّدَاوِي بِالْمُحَرَّمِ فَفِي النِّهَايَةِ عَنْ الذَّخِيرَةِ الِاسْتِشْفَاءُ بِالْحَرَامِ يَجُوزُ إذَا عُلِمَ أَنَّ فِيهِ شِفَاءً وَلَمْ يُعْلَمْ دَوَاءٌ آخَرُ اهـ

﴿البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ابن نجيم (بيروت، دار الكتب العلمية) كِتَابُ الطَّهَارَةِ:۱/۲۰۴﴾ یہاں پر بھی اگرچہ Morphine میں شاید افیون ہوتی ہے، عام حالت میں اس کی اجازت نہیں ہے،لیکن اگر درد کی شدت ہے،پریشانی ہے اور کسی جائز ذریعہ سے درد کم نہیں ہورہا ہے تو اس صورت میں اس کا استعمال شرعاً جائز ہے۔یہ بات خود ڈاکٹر کے

فیصلہ کرنے کی ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور دوا سے کام چل سکتا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی اور طریقہ نہیں ہے اور مریض تڑپ رہا ہے تو وہ مریض کو مارفین دے سکتا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا خیال رکھے کہ اتنی مقدار میں مارفین دی جائے کہ کوئی Side Effect نہ پیدا ہو، اور یہ تو ہر صورت میں دیکھنا چاہئے۔

سوال: حفظِ نفس کے حوالے سے تو یہ رخصت دی جاتی ہے، لیکن کیا درد کو کم کرنے کے لئے بھی حرام دوا کو استعمال کرنے کی رخصت مل جاتی ہے؟

جواب: جی بالکل! شرعی مسئلہ یہ ہے کہ یا تو ایسی بیماری ہو جس کی کوئی جائز دوائی میسر نہ ہو یا درد اتنا شدید ہو کہ موت کا تو امکان نہ ہو لیکن درد ناقابلِ برداشت ہو تو شریعت نے اس صورت میں حرام دوا کو استعمال کرنے کی رخصت دی ہے۔

Ventilator کے شرعی مسائل:

سوال: ایک 36 سالہ شخص کو دل بند ہو جانے (Cardiac Arrest) کے باعث چار دن رکھا جاتا ہے۔ وہ مستقل بے ہوش ہے اور اپنے دل اور بلڈ پریشر کے لئے مکمل طور پر دوائیوں اور Ventilator پر انحصار کر رہا ہے۔ مریض کے متعلقین کو شروع ہی سے اس کی بگڑی ہوئی صورت حال کے بارے میں آگاہ رکھا گیا ہے۔ اور اب جب ڈاکٹروں کو بہتری کی کوئی امید نظر نہیں آتی تو مزید کسی اضافی علاج کو روک دینے یعنی (Do Not Resuscitate) اور دوائی نہ دینے کا فیصلہ کرتے ہیں اور متعلقین کو آگاہ کرتے ہیں لیکن متعلقین کا کہنا ہے کہ اسلام کوشش چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔

سوال کی مزید وضاحت: یہ نوجوان مریض تھا، اسے ICU میں بہترین ٹریٹمنٹ دی گئی، کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی لیکن اس کے باوجود اب مریض میں کوئی بہتری نہیں آ رہی ہے اور ماہرین طب دیکھ رہے ہیں کہ میڈیکل سائنس کے تناظر میں اس میں بہتری (Reversibility) نظر نہیں آ رہی ہے۔ یہاں DNR کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ تمام تدابیر چھوڑ دیں اور مریض کو مرنے دیں، اس کا مطلب ہے کہ خدانخواستہ مریض کا دل اگر خود سے کام کرنا چھوڑ دے تو آپ اسے Revive کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

اس سوال میں جو پوچھا جا رہا ہے وہ Withdrawal of Care ہے، یعنی مریض پہلے سے Ventilator پر ہے، Artificial Support پر ہے، اور اسے Artificial Measure Extraordinary پر خلافِ فطرت زندہ رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں تو ہمیں اپنے وسائل (Resources) کا بھی سوچنا چاہئے۔ پاکستان میں وسائل کم یاب ہیں، ایک Ventilator ہوتا ہے اور ۵۰ مریض ہوتے ہیں۔

جواب: میں اپنی ابتدائی گزارشات میں عرض کر چکا ہوں کہ پہلے تو علاج کو بذاتِ خود فرض سمجھا جاتا ہے۔ دوسرے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر کسی خاص موقع پر علاج کو روک دیا جائے تو یہ Murder by Omission ہے، آپ پر ضروری تھا کہ علاج جاری رکھتے، آپ نے علاج جاری نہ رکھا اور اس چیز کو ہٹا لیا جس پر اس کی زندگی کا دار و مدار تھا تو آپ بھی قاتل ہیں۔ یہ ایک تصور ہے لیکن شریعت میں ایسا کوئی تصور نہیں ہے۔ جیسا میں نے عرض کیا کہ علاج بذات خود کوئی فرض و واجب نہیں اور Extraordinary طریقے اختیار کرنا پسندیدہ نہیں۔ لہٰذا پہلے تو اس Ventilator کو لگانا بذاتِ خود Extraordinary علاج ہے جو فرض، واجب، سنت، مستحب، پسندیدہ بھی نہیں، البتہ جائز ہے اگر مریض مالی و جسمانی اعتبار سے اس کا تحمل کر سکتا ہو اور اس میں مریض کے cure کی امید بھی ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص Ventilator پر ہے اور مصنوعی طریقے سے اس کا دل اور سانس چلایا جا رہا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ اس کو ہمیشہ اس پر رکھا جائے بلکہ اس کو Withdraw کرنے میں نہ صرف یہ کہ کوئی قباحت نہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پسندیدہ ہے۔ لہٰذا ان طریقوں کا Withdraw کر لینا جو مصنوعی طریقے سے دل و سانس کو جاری رکھے ہوئے ہیں تو بالکل واضح جواب ہے، بغیر کسی شک وشبہ کے، یہ شرعاً جائز ہے۔ یہ بالکل واضح جواب ہے۔ لہٰذا نہ تو Ventilator لگانا فرض و واجب ہے اور نہ ہی اس کا ہٹا لینا ناجائز ہے۔ یہ طبیب کا اپنا فیصلہ ہے کہ وہ مریض کے حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرے۔ اگر وہ ہٹا لینے کا فیصلہ کرے تو یہ خلافِ شریعت نہیں اور کوئی غیر اخلاقی بات بھی نہیں ہے۔ اگر تیمار دار Ventilator لگے رہنے پر اصرار کریں تو انہیں سمجھایا جائے کہ یہ آپ کی کوئی شرعی ذمہ داری نہیں ہے، پھر بھی آپ ایسا کرنا چاہتے ہیں تو گھر پر کر سکتے ہیں لیکن ہسپتال میں ڈاکٹرز سے Ventilator لگے رہنے کا مطالبہ کرنا قابلِ قبول نہیں ہے۔ باقی یہ دوسرا مسئلہ ہے کہ موت کی تعریف کیا ہے۔ آیا وہ دماغ کی موت کو موت کہیں گے یا دل کی موت ہی اصل موت ہے۔ اگر فرض کریں کہ یہ بھی سمجھا جائے کہ دماغ کی موت موت نہیں ہوتی ہے، بلکہ جب تک دل حرکت کرتا رہے، چاہے مصنوعی طریقوں سے ہی ہو، اس شخص کو زندہ تصور کیا جائے گا جب بھی ان مصنوعی طریقوں کا شرعاً ہٹا لینا جائز ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ پسندیدہ ہے۔

(جاری ہے)

تھالی کا بینگن

قصہ ایک جھوٹے مدعیٔ نبوت کا

قسط:۸

الحاج اشتیاق احمد مرحوم

متضاد باتیں:

اپنی ایک کتاب میں مرزا قادیانی نے لکھا:

”میں نے حقیقی نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا، میں مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اس قسم کے الفاظ سے ناراض ہوں تو وہ ان الفاظ کی بجائے مجھے صرف محدث سمجھ لیں، میرا مطلب ان الفاظ سے محدث ہونے کا تھا۔“

مرزا نے اس تحریر میں صاف اقرار کیا ہے کہ اس نے حقیقی نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا، اس نے جو دعویٰ کیا ہے یا جو اعلانات کئے ہیں، یعنی مسیح موعود وغیرہ کے، میں ان سب سے پیچھے ہٹتا ہوں اور آپ لوگ مجھے محدث سمجھ لیں۔ اس کا ایک مطلب یہ بنتا ہے کہ میں محدث ہوں تو نہیں لیکن آپ سمجھ لیں، آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

لیکن دوسری طرف وہ ایک غلطی کا ازالہ نامی کتاب میں لکھتا ہے:

”مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں یعنی میں نبی بھی ہوں اور رسول بھی۔“

اب اس کا ایک اور اعلان سنئے! اس نے اپنی کتاب میں واضح طور پر لکھا ہے:

”جس جس جگہ میں نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ میں کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آیا، نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں، اب اس امت میں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔“

لیکن پھر اپنی ایک اور کتاب میں خود لکھتا ہے:

”یہ بھی تو سمجھو شریعت کیا چیز ہے؟ شریعت کی تعریف یہ ہے کہ جس نے اپنی وحی کے ذریعے چند احکام بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا، وہی صاحب شریعت ہوگیا۔ اس تعریف کی رو سے میں بھی شریعت والا نبی ہوں، کیونکہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔“

ملاحظہ فرمائیں! پہلے لکھا کہ میں نبی تو ہوں، میں نے اس سے انکار نہیں کیا، البتہ اس بات سے انکار کیا ہے کہ میں کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آیا۔ مطلب یہ کہ میں بغیر شریعت والا نبی ہوں، پھر لکھا: میں باشریعت نبی ہوں۔ یہ ہے مرزا کی تصویر، مرزا کی اس تصویر کے ایک یا دو رخ نہیں، ہزاروں رخ ہیں اور مرزائی ان ہزاروں رخوں کو بھی درست سمجھتے ہیں۔

مرزا کے بعد مرزائیت کی تائید میں کتابیں لکھنے والے بھی برملا یہی کہتے ہیں۔ چنانچہ ربوہ سے شائع ہونے والی کتاب ”جماعت احمدیہ کا مسلک“ میں کئی جگہ یہ لکھا ہے کہ اب نئی شریعت والا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس کتاب میں یہ بات مرزا کی کتاب ”تجلیات الٰہیہ“ (ص:۲۴) کے حوالے سے لکھی ہے، الفاظ یہ ہیں: ”یہ شرف مجھے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا ہے، اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو بھی میں کبھی مکالمے اور مخاطب ہونے کا یہ شرف نہ پاتا کیونکہ اب سوائے محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں، شریعت والا کوئی نبی نہیں آسکتا مگر وہی جو پہلے اُمّی ہو پس اس بنا پر میں اُمّی بھی ہوں اور نبی بھی۔“

اس تحریر میں بھی یہی وضاحت ہے کہ شریعت والا کوئی نبی نہیں آسکتا بلکہ بغیر شریعت نبی آسکتا ہے، لیکن اپنی ایک کتاب میں لکھا کہ میری شریعت میں امر بھی ہے اور نہی بھی، اس طرح میں باشریعت نبی ہوا۔ ہم مرزائیوں سے پوچھتے ہیں: ان میں سے وہ کون سی بات کو درست اور کون سی بات کو غلط مانتے ہیں؟ ہمیں یقین ہے اس سوال کے جواب میں مرزائی مرزا کے انداز میں کہیں گے کہ مرزا کی دونوں باتیں درست ہیں۔ ان کے اس جواب سے اندازہ لگانا بہت زیادہ آسان ہوجاتا ہے کہ مرزائی کیا ہیں۔

مرزا نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے:

”اگر کوئی مجھے نبی نہیں مانتا تو وہ کافر نہیں ہوسکتا، یعنی میں نے جو نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اس دعوے

کوئی شخص مانتا ہے مان لے اور نہ ماننے سے وہ کافر نہیں ہو جائے گا وہ مسلمان کا مسلمان ہی رہے گا۔“

آپ ان الفاظ کو ذرا غور سے پڑھ لیں بلکہ بہتر ہوگا دوبارہ غور سے پڑھ لیں۔ اب ملاحظہ فرمائیں، وہ اپنی ایک اور کتاب میں لکھتا ہے: ”ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔“

ایک اور جگہ لکھا: ”جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو نہیں مانتا۔“

ایک اور کتاب میں لکھتا ہے: ”جو شخص میری پیروی نہیں کرے گا اور بیعت میں داخل نہیں ہوگا، وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔“

ایک اور کتاب میں اس نے صاف طور پر لکھا ہے: ”جو مجھے اور میری کتابوں کو نہیں مانتا، وہ بدکار عورتوں کی اولاد ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام، ص:۵۴۷)

یہاں مرزا نے اپنی زبان کی پاکیزگی دکھائی ہے، تمام مسلمانوں کی ماؤں کو بدکار لکھا ہے۔

ایک اور جگہ لکھتا ہے: ”دشمن ہمارے (یعنی جو مرزا کو نہیں مانتے) بیابانوں کے خنزیر اور عورتیں ان کی کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔“

(نجم الہدیٰ، ص:۳۵)

اس تحریر میں مرزا تمام مسلمانوں کو بیابانوں کے سور اور ان کی عورتیں کو کتیاں لکھ گیا اور بتا گیا کہ وہ دراصل کیا تھا۔ مخالفین کو گالیاں دینا مرزا کا شیوہ تھا، جب تک مخالفوں کو گالیاں نہ دے لیتا اس کو کھانا ہضم نہیں ہوتا تھا۔ ایک اور کتاب میں اس نے لکھا ہے: ”اور جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا (یعنی جو اسے نہیں مانے گا) صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں ہے۔“ (انوار الاسلام، ص:۳۰)

مطلب یہ کہ مرزا بار بار گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا تھا، دیکھا جائے تو بے چارہ گرگٹ بھی مرزا سے شرماتا ہوگا، کیونکہ مرزا اسے بہت پیچھے چھوڑ گیا، کہیں لکھا: ”جو مجھے نہیں مانتا وہ کافر نہیں“ کبھی لکھا: ”جو مجھے نبی نہیں مانتا وہ پکا کافر ہے۔“

نہ ماننے والوں کو کھری کھری گالیاں سنانا بھی مرزا کا شوق تھا۔ اس نے اپنی ہر کتاب میں مسلمانوں کو گالیاں ہی دیں۔ ہم ذکر کر رہے تھے اس کے دعوؤں کا، ایک دعویٰ اور ملاحظہ فرمائیں! لکھتا ہے: ”چونکہ ہمارے سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔“

مطلب یہ کہ نبی تو آئیں گے نہیں، محدث آئیں گے، لیکن پھر اس نے ایک اور کتاب میں لکھا: ”ہمارا دعویٰ ہے، ہم نبی اور رسول ہیں۔“

یہ تھا مرزا کا طریقہ واردات، اس طریقے سے اس نے بھولے بھالے مسلمانوں کو ورغلایا، ہمیشہ دو رخی باتیں کہیں، دو رخی دعوے کئے کہ ایک درست ثابت نہ ہوا تو کہہ دیا میں نے یہ لکھا تھا: میں نے وہ لکھا تھا، چنانچہ جب مرزا پر اعتراضات ہوتے تھے تو وہ جواب میں کہتا تھا: میری فلاں تحریر دیکھو! کیا اس میں میں نے یہ نہیں لکھا؟ میری فلاں تحریر دیکھو! کیا اس میں میں نے وہ نہیں لکھا؟ وہ لوگوں کو بھول بھلیوں میں ڈالتا رہا، آج بھی مرزائی انہی بھول بھلیوں میں گم ہیں، سیدھے راستے سے بھٹک کر صحرا کی خاک چھان رہے ہیں۔ ہم انہیں اس لق و دق صحرائے اسلام کے مرغزاروں میں واپس لانے کی تڑپ رکھتے ہیں۔ اس امید کے ساتھ کہ شاید کوئی بھولا بھٹکا مرزائی، تعصب کو ایک طرف رکھ کر ان باتوں کو پڑھ لے اور ایمان کی طرف آ جائے۔ اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ مرزا نے اپنے بارے میں کیا کچھ لکھا؟ یا جو کچھ ہم لکھ رہے ہیں، مرزا کی اپنی کتابوں میں موجود ہے، کوئی مرزائی ان تحریروں کو جھٹلانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ یہ ان کے اپنے مرزا قادیانی کی تحریریں ہیں اور اس کی اپنی کتابوں سے لی گئی ہیں، لیجئے ملاحظہ فرمائیے! لکھتا ہے: ”میں خدا کی طرف سے مامور ہوا ہوں۔“ ”وہ مسیح موعود جو آخری زمانے کا مجدد ہے، وہ میں ہی ہوں۔“ ”اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے امت کے لئے محدث بن کر آیا ہے۔“ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ محدث تو لاکھوں حدیث کا حافظ ہوتا ہے، جو دوسروں کو بھی حدیث کا درس دیتا ہے۔ مرزائی ذرا بتا دیں کہ مرزا نے بطور محدث کیا خدمات انجام دیں؟ آگے مرزا ایک جگہ لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: ”میں لوگوں کے لئے تجھے امام بناؤں گا، تو ان کا رہبر ہوگا۔“

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مرزا سے یہ بات کی۔ مرزائیوں سے ہمارا سوال ہے: ”کیا مرزا امام بن سکا؟ کیا مرزا امت کا رہبر بن سکا؟“ اور مجھے لکھا: ”میں وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا اور اس کو سلام کہا اور اس کو اپنا دوسرا بازو ٹھہرایا اور خاتم الخلفاء قرار دیا۔“

(جاری ہے)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ایبٹ آباد کے سابق امیر

پروفیسر مولانا سیّد افسر علی شاہؒ کی رحلت

اعجاز احمد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ایبٹ آباد کے امیر اور تاریخی شہزادہ مسجد کے خطیب مولانا سید افسر علی شاہ مختصر علالت کے بعد ۳۰ر دسمبر ۲۰۱۸ء کو وفات پا گئے۔ ان کی عمر ۵۶ برس تھی۔ شاہ صاحب کی ولادت ۸ر فروری ۱۹۵۳ء کو ہزارہ کے ضلع مانسہرہ کے پُر فضا مقام چھتر پلین میں ہوئی۔

تعلیم: انہوں نے حفظ قرآن پاک کا آغاز اپنے گاؤں سے کیا اور ۲۵ پارے حفظ کر لئے، پھر ۱۹۶۴ء میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لے گئے۔ حفظ قرآن مکمل کیا اور منزل پکی کی۔ شہید ختم نبوت مفتی محمد جمیل خانؒ ان کے حفظ کے ساتھی تھے، پھر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں ہی سلسلۂ کتب کا آغاز ۱۹۶۶ء میں کیا۔ ایبٹ آباد سے مولانا جلیل الرحمٰن ان کے ہم جماعت تھے۔ بنوری ٹاؤن میں شیخ الاسلام علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ سے بخاری شریف، مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکیؒ سے ترمذی شریف اور مفتی احمد الرحمٰنؒ سے مشکوٰۃ شریف پڑھنے کی سعادت ملی، دیگر اساتذہ کرام میں مولانا سید عبداللہ کاکاخیلؒ، مولانا مصباح اللہ شاہ اور مولانا بدیع الزمانؒ شامل تھے۔ درمیان میں دو برس مدرسہ حبیبیہ انواریہ طاہر والی میں مولانا حبیب اللہ گھانویؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے۔ اس عہد کے ایک ہم جماعت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ تھے۔ علاوہ ازیں درجۂ رابعہ کی تعلیم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے حاصل کی۔ شاہ صاحب نے ۱۹۷۵ء میں بنوری ٹاؤن سے دورۂ حدیث مکمل کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے کئی اکابر کے دورۂ تفسیر میں بھی شرکت کی۔

خطابت اور ملازمت: تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۹۸۰ء میں ایبٹ آباد کی تاریخی شہزادہ بخارا مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۲ء میں پولی ٹیکنک کالج ایبٹ آباد میں ملازمت اختیار کی جو ۱۹۸۸ء تک جاری رہی۔ ۱۹۸۸ء میں ایم اے اسلامیات فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا اور مقابلے کا امتحان پاس کر کے کالج میں لیکچرار بھرتی ہو گئے۔ کالج کی ملازمت کی وجہ سے اوقاف کی ملازمت چھوڑ دی۔ تاہم اعزازی طور پر شہزادہ مسجد کی خطابت تاحیات جاری رہی۔ پہلے پہل کالج میں کنٹریکٹ پر لیکچر شپ ملی۔ دو برس بعد ۱۹۹۰ء میں مستقل تعیناتی ہوئی، مگر بہت دور کرک میں تبدیلی کی گئی۔ ۱۹۹۲ء میں واپس اپنے علاقے میں تبدیلی ہوئی۔ چنانچہ ۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۷ء تک حویلیاں کالج میں اور پھر ۱۹۹۷ء سے ریٹائرمنٹ تک ایبٹ آباد نمبر ون کالج میں خدمات سرانجام دیں۔ ۱۷ر فروری ۲۰۱۳ء کو آپ سرکاری ملازمت سے ریٹائرڈ ہو گئے۔

غیر ملکی اسفار: یکم جنوری ۱۹۸۶ء کو بھارتی دارالحکومت دہلی میں منعقد ہونے والے شیخ الہند سیمینار میں آپ کو شرکت کا موقع ملا۔ ایبٹ آباد سے مولانا شفیق الرحمٰن قریشیؒ بھی ساتھ تھے، پھر دو ہفتے دارالعلوم دیوبند، بستی نظام الدین، گنگوہ شریف، تھانہ بھون میں اپنے اکابر کی نشانیاں دیکھنے کا موقع ملا۔

حج بیت اللہ: حج بیت اللہ کی سعادت پہلی مرتبہ ۱۹۸۷ء میں ملی، اس سفر میں آپ کے استاذ مفتی ولی حسن ٹونکیؒ اور حفظ کے ساتھی مفتی محمد جمیل خانؒ ساتھ تھے۔ بارہ برس بعد ۱۹۹۹ء میں دوبارہ حج کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔

عہد خطابت: آپ نے چار عشرے ایبٹ آباد شہر میں تاریخی شہزادہ مسجد میں خطابت کی، آپ کا عہد شہزادہ مسجد کی توسیع اور تزئین و آرائش کے حوالے سے سنہری دور تھا۔ قبضہ مافیا سے لڑ بھڑ کر مسجد کی توسیع کی اور پہلی توسیع کا افتتاح ۲۰۰۰ء کو ہوا، جب عالیشان باب ابوبکر صدیق کا افتتاح ۲۲ر ستمبر ۲۰۰۰ء کو مولانا علی شیر حیدریؒ کے ہاتھوں ہوا۔ دوسری بار توسیع کا کام ۲۰۱۸ء میں مکمل ہوا اور عالیشان باب محمد کا افتتاح ۸ر اپریل ۲۰۱۸ء کو ہوا۔ یہ دروازہ مسجد نبوی کے دروازوں کی طرز پر بنایا گیا، بطور خطیب شاہ صاحب ایک حق گو اور جرأت مند خطیب تھے، انہوں نے منبر ومحراب کی آبرو پر کبھی آنچ نہیں آنے دی، آپ کی آواز کو روکنے کے لئے آپ کی تبدیلی کرک کر دی گئی (بطور لیکچرار) تاکہ وہ جمعہ پڑھا نہ سکیں، مگر وہ مستقل

مزاجی سے ہر جمعہ کو ایبٹ آباد آتے، جب ہفتہ وار تعطیل جمعہ کو ہوتی تھی، وہ کبھی انتظامیہ اور حکومت سے مرعوب نہیں ہوئے، حق کی بات ہمیشہ ڈنکے کی چوٹ پر کہتے تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں خدمات:
ایبٹ آباد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام کا سہرا جھنگی کے دو نوجوانوں کے سر ہے۔ احمد ندیم قاسمی مرحوم اور قاضی شاہد اقبال مدظلہ نے جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام کے لئے تگ ودو کی تو ان کا بھرپور ساتھ دینے والوں میں شاہ صاحب بھی تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی پہلی ضلعی تشکیل ۲۵ رفروری ۱۹۸۶ء کو ہوئی۔ شاہ صاحب ناظم اعلیٰ بنے، تب سے ۲۰۱۸ء کے آغاز تک ۳۲ برس ناظم اعلیٰ رہے، انہیں مختلف امراً کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ تاہم مولانا شفیق الرحمنؒ کے ساتھ ان کا عہد ۲۰ برس رہا، دونوں کی جوڑی خوب بجتی تھی، جب مولانا شفیق الرحمن قریشیؒ ۱۰رجنوری ۲۰۱۸ء کو وفات پاگئے تو نئے امیر کے لئے تمام نظریں شاہ صاحب کی طرف اٹھیں، وہی حق دار تھے۔ چنانچہ ۲۹رجنوری ۲۰۱۸ء کو وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی امیر بنے، مگر ان کا عہد مختصر سا رہا جو ان کی وفات پر ختم ہوگیا۔ بحیثیت ناظم اور پھر امیر انہوں نے ہمیشہ اپنے کارکنوں کا بہت خیال رکھا، سب سے شفقت سے پیش آتے، سب کے دکھ سکھ میں شامل ہوتے، کوئی کارکن اگر کچھ عرصہ اجلاس میں نظر نہ آتا تو اس کی خبرگیری کرتے۔ امیر بننے کے بعد انہوں نے ماہانہ اجلاس کی بنیاد رکھی، نئے یونٹوں کے قیام میں دلچسپی لی اور عصری اداروں کے طلبا کے لئے ختم نبوت کورس مرتب کرنے کے لئے کمیٹی بنائی، انہوں نے مستقل مزاجی کے ساتھ ۳۳ برس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ایبٹ آباد کی قیادت ونظامت سنبھالی، انتہائی مجبوری کے بغیر کبھی اجلاس سے ناغہ نہ کرتے، بیماریوں اور بڑھاپے کے باوجود ہر کانفرنس اور تحریک میں خوب دلچسپی لیتے تھے۔

اوصاف حمیدہ: شاہ صاحب کی حق گوئی اور بے باکی تو مشہور تھی ہی، وہ بے حد سخی انسان بھی تھے۔ انہیں ذاتی تشہیر کا شوق نہیں تھا، کبھی خود کو نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کی، سادہ مزاج انسان تھے، غرض بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔

مرض الموت اور وفات: جمعرات ۱۳ر دسمبر ۲۰۱۸ء کو ایبٹ آباد میں وفاق المدارس کی ایک تقریب تھی، حکومت کی طرف سے مدارس دینیہ کو جس طرح شکنجہ میں کسنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس پر پیش بندی کے طور پر وفاق المدارس نے ملک بھر میں کونشن منعقد کرانا شروع کئے، ایسا ہی ایک اجلاس ایبٹ آباد میں جلال بابا آڈیٹوریم میں منعقد ہوا، جس میں ضلع بھر سے علماء کرام نے شرکت کی۔ یہ دسمبر کا یخ بستہ موسم تھا، مگر شاہ صاحب مدارس دینیہ سے یکجہتی کے لئے تشریف لائے، شدید ترین سرد موسم میں کھلی فضا میں کافی دیر پروگرام میں بیٹھنے سے ان پر پھر بیماری کا حملہ ہوا، جب انہیں اپنا ایک پہلو سن ہوتا ہوا محسوس ہوا تو ان کے متوجہ کرنے پر کچھ افراد نے فوراً انہیں ڈی ایچ کیو ہسپتال کیہال پہنچایا، پھر صورت حال کے پیش نظر ایوب میڈیکل کمپلیکس پہنچائے گئے۔ معلوم ہوا کہ برین ہیمبرج ہوا ہے، دو روز تک ہوش میں تھے، پھر بے ہوشی طاری ہوگئی، بیماری کے بعد بالآخر اتوار ۳۰ر دسمبر ۲۰۱۸ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ آبائی گاؤں میں نماز جنازہ کا انعقاد کیا، عوام کا جم غفیر امڈ آیا، اخبارات نے بھرپور کوریج کی۔

مولانا سید افسر علی شاہ کی وفات سے ایک عہد کا خاتمہ ہوا۔ ان کے چاہنے والے انہیں کبھی بھلا نہیں سکیں گے، ان کی یاد ہمیشہ ہمارے دلوں میں تازہ رہے گی، ان کے اخلاص اور جرأت مندی کی داستانیں ہمیشہ سنائی جاتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی وعلمی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر انہیں بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆..........☆☆

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا جامعہ مظاہر العلوم کے طلباء سے خطاب

حیدرآباد (مولانا توصیف احمد) مولانا اللہ وسایا، مولانا قاضی احسان احمد، راقم نے ۲۱ فروری جمعرات کو دوپہر ایک بجے حیدرآباد کے معروف دینی ادارہ جامعہ مظاہر العلوم لطیف آباد نمبر ۹ کا دورہ کیا جہاں مہتمم جامعہ مفتی محمد فصیح نے وفد ختم نبوت کا خیر مقدم کیا، نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد حضرت مولانا اللہ وسایا نے طلباء و اساتذہ جامعہ سے خطاب کیا، مولانا اللہ وسایا نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت پر روشنی ڈالی، طلباء کو ۲۰ روزہ چناب نگر کورس میں شرکت کی دعوت دی، پون گھنٹہ بیان کے بعد مولانا قاضی احسان احمد نے طلباء کی تشکیل کی، کئی طلباء نے کورس میں شرکت کا وعدہ کیا۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی پروگرامز!

گزشتہ سے پیوستہ

ادارہ

مدرسہ مدینۃ العلوم میرانہ شہید آباد: جمعیت علماء اسلام کے سابق ایم این اے مولانا شہید احمد نے مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا شاہ عبدالعزیز مدظلہ ادارہ کا انتظام و انصرام سنبھالے ہوئے ہیں، جس میں سینکڑوں طلبا دورۂ حدیث شریف سمیت پڑھتے ہیں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز مدظلہ سفر پر تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں طلبا کرام میں راقم الحروف کا ختم نبوت کے عقیدۂ کی اہمیت پر تفصیلی بیان ہوا۔ پچاس سے زائد طلبا نے چناب نگر کورس میں شرکت کے لئے نام لکھوائے، یہ بیان ظہر کی نماز کے متصل بعد ہوا۔

دارالعلوم جامعہ تدریس القرآن: ۲۳رجنوری کو غنڈی چوکار تخت نصرتی میں عصر کی نماز کے بعد بیان ہوا، جامعہ کی بنیاد ۱۹۶۲ء میں حافظ محمد کریم اور مولانا محمد یعقوب نے رکھی۔ حافظ محمد کریم کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا فرمان اللہ نے اس کا اہتمام سنبھالا ہوا ہے۔ ۱۹ اساتذہ کرام کی نگرانی میں تین سو طلبا زیر تعلیم ہیں، یہاں بھی بہت سارے طلبا نے چناب نگر کورس کے لئے اپنے نام لکھوائے۔ پروگرام کی صدارت مولانا عبدالرحیم سرائے نورنگ نے کی۔ سرائے نورنگ کے دوسرے عمائدین بھی شریک سفر رہے۔ ۲۴رجنوری کا دن سرائے نورنگ اور ضلع لکی مروت کے زیر نگرانی رہا۔ رات کا آرام و قیام سرائے نورنگ لاری اڈا کی مسجد میں ہوا۔ صبح سرائے نورنگ مجلس کے ناظم مالیات اور روح رواں مولانا محمد ابراہیم اذہمی تشریف لائے اور انہوں نے مبلغین ختم نبوت کے اعزاز میں صبحانہ دیا۔

جامع مسجد کوثر: فتح خیل کے خطیب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنوں کے نائب امیر مولانا شمس الحق حقانی مدظلہ ہیں، جبکہ امیر مولانا مفتی عظمت اللہ ہیں۔ مولانا شمس الحق مدظلہ کی استدعا پر مولانا مفتی عظمت اللہ مدظلہ اور حضرت امام یوسف مدظلہ ناظم اعلیٰ سمیت حاضری ہوئی۔ ۲۵رجنوری کا خطبہ جمعہ محمد اسماعیل شجاع آبادی نے دیا، جس میں سینکڑوں سے متجاوز مسلمانوں نے شرکت کی۔

مدرسہ نورالہدیٰ میں ختم نبوت کانفرنس: صوبہ خیبر پختونخواہ میں ارائیں برادری کو باغبان کہتے ہیں۔ ان کا اپنا مستقل محلّہ ہے، اکثر و بیشتر باغبان، کاروباری اور کاشت کار ہیں۔ مفتی عظمت اللہ بھی اسی برادری سے تعلق رکھتے ہیں، مفتی عظمت اللہ کے برادر صغیر مولانا عبدالحسیب اس مسجد میں امام و خطیب ہیں۔ باغبان برادری نے ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام کیا، جس میں سینکڑوں سے متجاوز حضرات نے شرکت کی۔ تلاوت قاری محمد عدنان نے کی، صدارت مفتی عظمت اللہ نے کی، نعت آصف اللہ فیاض، حافظ نیک داد علی نے پیش کی۔ مولانا عابد کمال، مولانا کلیم الرحمٰن، مولانا مفتی شمس الحق حقانی، مولانا قاری امام یوسف اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی (راقم) کے بیانات ہوئے۔ شیخ الحدیث مولانا فتح القدیر، مولانا محمد طاہر میر، مولانا عبدالحسیب، مولانا عبدالمتین، سیّد ظہیرالدین ایڈووکیٹ، ملک تصنیف اللہ خان، ملک عمران خان، حاجی خان نے خصوصی شرکت کی۔

دارالہدیٰ میراخیل: میں ظہر کی نماز کے بعد ۲۶رجنوری جلسہ منعقد ہوا، صدارت مولانا مفتی عظمت اللہ نے کی۔ دارالہدیٰ میں تقریباً چھ سو طلبا زیر تعلیم ہیں۔ مدرسہ کا اہتمام و انتظام مولانا زبیداللہ، قاری ظاہراللہ کے ہاتھوں میں ہے۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا تفصیلی بیان ہوا۔

جامعہ دارالہدیٰ: جامعہ کا سنگ بنیاد ۲۰۰۵ء میں مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ نے رکھا۔ مدرسہ کے بانی مولانا گل رئیس خان نقشبندی مدظلہ خلیفہ مجاز پیر ذوالفقار نقشبندی ہیں۔ جامعہ میں سادسہ تک کلاسیں ہیں، تین سو طلبا زیر تعلیم ہیں، جامعہ کی چودہ شاخیں کام کررہی ہیں۔ جامعہ میں تخصص فی الافتاء میں چودہ علماء کرام زیر تعلیم ہیں۔ راقم الحروف نے انہیں چناب نگر کورس کی دعوت دی تو مہتمم صاحب نے کہا کہ ان کے تمام مصارف میں ادا کروں گا۔

ختم نبوت کانفرنس دیوانہ طفل خیل: ۲۶رجنوری بعد نماز ظہر دیوانہ طفل خیال کی جامع مسجد میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی صدارت حضرت امام یوسف نے کی۔ کانفرنس سے مولانا مفتی عظمت اللہ، مولانا عابد کمال، محمد اسماعیل شجاع آبادی و دیگر علماء کرام نے خطاب کیا۔ جلسہ کا انتظام مہتمم مدرسہ مولانا نصرت اللہ نے کیا۔ خلاصہ آنکہ اس دورہ کا اہتمام ایک دن مولانا قاری محمد اسلم نوشہرہ، دو روز مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی، دو روز حاجی محمد علی کوہاٹ، ایک روز مولانا قاری محبوب الرحمٰن کرک، ایک روز مولانا عبدالرحیم، مولانا محمد ابراہیم اذہمی عمائدین مجلس لکی مروت، دو روز مولانا مفتی عظمت اللہ بنوں نے کیا۔ ۲۶رجنوری کی شام کو بنوں سے ڈیرہ اسماعیل خان کا سفر کیا۔ رات کا آرام و قیام مولانا قاری احسان اللہ احسان مدیر مدرسہ ابی بن کعب استرانہ جنوبی ڈیرہ اسماعیل خان کے ہاں کیا۔ موصوف ایک باہمت عالم دین ہیں۔ مدرسہ میں صفائی ستھرائی اور مہمان خانہ کا عمدہ انتظام ہے، انہوں نے مجلس کے مبلغین مولانا عابد کمال، مولانا حمزہ لقمان اور محمد اسماعیل شجاع آبادی کے اعزاز میں عشائیہ دیا جس میں ڈیرہ مجلس کے تمام زعماء نے شرکت کی اور ۲۷رجنوری کو ڈیرہ اسماعیل خان میں منعقد ہونے والے ملین مارچ کے انتظامات اور مجلس کی خدمات پر غور و خوض کیا گیا۔ ☆☆☆

لا نبی بعدی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دار المبلغین کے زیرِ اہتمام

مدرسہ ختم نبوۃ مسلم کالونی چناب نگر میں

26 واں سالانہ ختمِ نبوۃ کورس

نامور علماء ومناظرین و ماہرینِ فن لیکچر دیں گے انشاء اللہ

بتاریخ

13 اپریل 2019 تا 2 مئی 2019

بمطابق

7 شعبان ۱۴۴۰ھ تا ۲۶ شعبان ۱۴۴۰ھ

زیرِ سرپرستی

استاذ المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

- کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے
- شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائے گا، جس کی قیمت تقریباً پانچ ہزار ہوگی
- کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب دی جائیں گی
- داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت، مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو۔
- موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے

درخواستوں کیلئے پتہ: شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ

برائے رابطہ

مولانا عزیز الرحمن ثانی 0300-4304277

مولانا غلام رسول دین پوری 0300-6733670